بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا، إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا

ابتدائی اذکار واشغال

برائے

متوسلین حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم

جس میں

وہ اذکار واشغال بیان کئے گئے ہیں جن کو ابتدائی معمولات، اوراد و وظائف کرانے کے بعد شیخ وقت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم تلقین فرماتے ہیں

حصہ اول میں

- پاس انفاس
- دوازدہ تسبیح
- ذکر جہری نفی اثبات

حصہ دوم میں

- ذکر خفی اسم ذات
- ذکر خفی نفی اثبات
- ذکر رابطہ یا صحبت شیخ
- مراقبہ موت
- مراقبہ دعائیہ
- مراقبہ بعیت
- ہدایات برائے ذاکرین

مرتبہ: محمد اقبال، مدینہ منورہ

ناشر

محمد یحییٰ مدنی، محمد یونس، مدینہ منورہ، سعودی عرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إبتدائ اذکار و اشغال برائے

متوسلین

حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم

مرتبہ

حضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ

حضرت جناب **آفتاب احمد** (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکـــتبہ اقبـالیہ

نور حراء پبلیشرز

ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281

۱۱ رجب المرجب ۱۴۴۳

نوٹ: یہ کتاب قارین کے لیے کتابی صورت میں دستیاب ہے

مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ

جامع مسجد مدنی– خانقاہ مدنیہ اقبالیہ جلیلیہ

سی 307، بلاک 1 ، گلستان جوہر ، کراچی۔۔۔موبایل 0030 9225533 0321 9225533

رسالہ ھٰذا کے وہ مخصوص مضامین جو ذکر کی دوسری کتب میں آسان عبارت اور وضاحت سے نہیں ملتے

۱۔ دوام ذکر حاصل کرنے کے لئے پاس انفاس کی ضرورت و اہمیت ص ۳

۲۔ دوام ذکر حاصل کرنے کے لئے صرف پاس انفاس ہی لازمی نہیں (ضروری وضاحت) ص ۱۶

۳۔ آثار ذکر حاصل کرنے میں ایک ضروری شرط پر نوٹ ص ۲۵

۴۔ لطائف ستہ کے متعلق حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی ایک تحقیق ص ۳۲

۵۔ ذکر رابطہ کی دلیل و تفصیل ص ۳۸

۶۔ ذکر کا نصاب پورا کر لینے والوں سے اہم گذارش ص ۴۹

۷۔ شیخ سے استفادہ کی شرائط نمبر ۵ تا نمبر ۷ ص ۵۶

(مکمل فہرست مضامین کتاب کے آخر میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بازارِ عشق و سوقِ محبت کے جاں فروش بکیں کہ چل چلاؤ ہے دنیائے دُون کا
سیکھیں طریق وصل و لقائے خدائے پاک دل بیچ کر خریدلیں سودا جنون کا

پاس انفاس[1]

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد:۔ حضرت مرشد پاک شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے کئی دفعہ بطور وصیت، بطور آرزو بہت ہی توجہ سے ارشاد فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میرے دوست کثرت سے ذکر میں مشغول رہا کریں۔ اور کوئی وقت بے کار نہ گزاریں۔ خود حضرت کی مبارک زندگی اس بات کی شاہد عدل ہے۔ حضرت کی ہمہ وقت مشغولی کے کئی حیرت انگیز اور عبرت آموز قصے بندہ کو یاد ہیں، یہاں طوالت کے ڈر سے نہیں لکھتا۔ صرف ایک بزرگ کا کشف بیان کرتا ہوں کہ حضرت کی مشغولی کو دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ان کی یہ ادا بہت پسند ہے کہ کوئی وقت ضائع نہیں کرتے۔ یہ ہمہ وقت مشغول رہنا حضرت کی طبیعت ثانیہ بن گئی ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ میرے بچپن میں میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ میرے سامنے اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے اور میں سمجھتا تھا کہ مجھے سُنا رہے ہیں ؎

---

[1] پاس انفاس کا بیان اس رسالہ میں بطور تمہید بھی ہے اس لئے اسی کے بیان کو دوسرے اذکار پر مقدم کیا گیا ہے۔

ترا ہر سانس نخل موسوی ہے یہ جزر و مد جواہر کی لڑی ہے

حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:۔ یہ عمرِ عزیز اور اس کے لمحات بیش قیمت جواھر ہیں۔ ہم اپنی غفلتوں میں ان کو ضائع کر رہے ہیں۔ جن کا خمیازہ بجز کفِ افسوس ملنے کے اور کیا ہو سکتا ہے ؎

ہر نفس بہر مسیحائیت چیست گر نداری پاس او از جہل تست

این چنیں انفاس خوش ضائع مکن غفلت اندر شہر جان شائع مکن

یعنی ہر لحہٗ زندگی تیری مسیحائی کے لئے آمادہ اور تیار ہے اگر تو اس کا لحاظ نہیں کر سکتا تو یہ تیری جہالت ہے۔ ان بہترین لمحات کو ضائع مت کر۔ اور غفلت کو روح کے شہر میں عام مت کر۔ ان لمحات کو ضائع کرنے کا افسوس تو جنت میں جانے کے بعد بھی رہے گا۔

اس تحریر کے مخاطب راہِ محبت کے سالکین ہیں، ان کے متعلق ارشاد الملوک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد طالبین محبین پر ہر حال میں فرض ہے۔ چنانچہ ابن عباسؓ نے ارشاد خداوندی فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ذکر کرو رات اور دن اور خشکی میں اور دریا میں اور سفر میں اور حضر میں اور تونگری میں اور فقر میں اور تندرستی میں اور مرض میں اور خفیہ اور علانیہ۔ اور بعض صوفیاء نے فرمایا ہے کہ ہر فرض عبادت کی حق تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی حد اور انتہاء مقرر فرمائی ہے اور عذر کے وقت معذور قرار دیا ہے مگر ذکر کی کوئی بھی حد نہیں جہاں پہنچکر ختم ہو جائے اور کوئی عذر بھی قابل سماعت نہیں۔ (کیونکہ بیماری میں تو اعلیٰ درجہ کا ذکر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ تندرستی میں کچھ کمائی کر چکا ہو)۔

ہر وقت کی مشغولی کے لئے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ اللہ پاک کا ارشاد

ہے وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ یعنی اللہ کا ذکر سب سے بڑھکر ہے۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ وہ چیز ہے جیسے نماز اور جہاد وغیرہ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں یہ نہ ہو تو عبادت کیا ایک جسد بے روح اور لفظ بے معنی ہے۔ حضرت ابو درداء وغیرہ رضوان اللہ علیہم کی احادیث کو دیکھکر علماء نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ ذکر اللہ سے بڑھکر کوئی عبادت نہیں۔

قرآن و حدیث میں ہے کہ بندہ جب اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو یاد کرتے ہیں۔ یہ شرف و کرامت محسوس کر کے ذکر اللہ پر مٹنا چاہیئے۔ اللہ پاک کے ارشاد وَاذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا پر صحابہ کرام نے اس درجہ عمل کیا کہ خود اللہ پاک ان کی حالت بیان فرماتے ہیں یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ یعنی وہ کھڑے بیٹھے ہر حالت میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ کوئی دوسری مشغولی ان کو اللہ کی یاد سے مانع نہیں ہوتی، ارشاد ہے لَا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ یعنی ان کو خرید و فروخت بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ صحابۂ کرامؓ کی یہ حالت تو محض فیض صحبت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرشمہ تھی۔ اب صحبتوں کے کمزور ہو جانے اور غفلتوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے ہمہ وقت ذکر کی مشغولی والی حالت پیدا کرنے کے لئے ہر وقت زبانی یا قلبی اذکار میں محنت کی ضرورت ہے۔ مگر آجکل ذاکرین میں نہ تو اتنی جسمانی قوت ہے کہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہ سکیں نہ ہی کوئی پورا وقت فارغ کر سکتا ہے لیکن پاس انفاس ایک ایسا شغل ہے کہ جس کی مشق کر لینے سے یہ مقصد بہت آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے کہ کوئی سانس بھی بغیر ذکر اللہ کے خالی نہ جائے اور کوئی طاقت بھی خرچ نہ ہو اور یہ شغل کسی

دوسرے کام میں مانع بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں باب صفۃ الجنۃ واھلھا میں طویل حدیث میں اہل جنت کے اصول ذکر کرکے لکھا ہے کہ وہ تسبیح وتحمید کا ایسا الہام کئے جائیں گے جیسے بلا اختیار تم کو سانس آتا ہے۔ محشی نے مرقاۃ سے نقل کیا ہے کہ وہ حضرات تسبیح وتحمید سے نہ تھکیں گے جیسے تم سانس سے نہیں تھکتے اور جیسے سانس لیتے ہوئے دوسرے کاموں میں رکاوٹ نہیں ہوتی، یا یہ مطلب ہے کہ ذکر ان کی صفت لازمہ بن جائے گا۔ جیسے سانس زندگی کیلئے صفت لازمہ ہے۔ اسی کے ذیل میں حضرات عارفین کا قول نقل فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں جنتیوں کی سی حالت بنائے گا اس کو آخرت کی جنت سے پہلے دنیا ہی میں ایک جنت (یعنی جنت کی حالت و مزا) حاصل ہو جائے گی اور اس کی یہ دنیاوی جنت آخرت کی جنت ملنے کا وسیلہ ہوگی اور آخرت کی جنت اس دنیاوی جنت کا ثمرہ ہوگی۔ (دنیا کی جنت کا مفصل حال اور تلاش بندہ کے رسالہ دنیا کی جنت میں ملاحظہ کریں) لہذا پاس انفاس کی اصل حدیث پاک سے بھی ثابت ہوگئی۔ اسی لئے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماگئے کہ صوفیاء کے اشغال میں پاس انفاس ظاہر شریعت کے قریب تر ہے۔

حضرت شیخ دام مجدہٗ اپنی کتاب "شریعت وطریقت" میں فرماتے ہیں کہ:

"شفاء العلیل ص۵۶" میں لکھا ہے کہ طریقت کے بزرگوں نے کہا ہے کہ اس کا بڑا اثر نفی خطرات میں اور وساوس کے دور ہونے میں ہے۔ چنانچہ کسی عارف نے فرمایا ہے کہ (جس کا مطلب یہ ہے کہ) اگر تو پاس انفاس کا اہتمام کرلے تو یہ تجھے بادشاہ (اللہ جل شانہٗ) تک پہنچا دے گا۔ اور ضیاء القلوب میں لکھا ہے کہ انسان کو ہر سانس میں ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اور بیدار رہنا چاہیئے اور بغیر پاس انفاس کی مدد کے انسان کا قلب کدورتوں اور تاریکیوں سے ہرگز پاک و

صاف نہیں ہو سکتا۔ چونکہ یہ ذکر قلب کو بالکل صاف اور کدورتوں سے پاک کرکے انوار الٰہیہ کا محبط بنا دیتا ہے اسی وجہ سے اس کو اصطلاحِ صوفیا میں جارو بِ قلب کہتے ہیں۔

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ مکتوبات ج۳ ص۹۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ پاس انفاس سے اصل غرض یہ ہے کہ انسان کا کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ رہے نہ اندر جانے والا سانس نہ باہر نکلنے والا سانس۔ انسان دن رات میں ۲۵ ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے (ارشادِ مرشد میں چوبیس ہزار لکھا ہے) سب کا سب ذکر سے معمور رہے۔ عمر عزیز کا جو حصہ بھی ذکر میں گذرے وہی زندگی ہے اور وہی مفید ہے۔ چنانچہ ایک پنجابی عارف فرماتے ہیں ؎

پنجی ہزار خرچ بندے دا، تے آمد مول نہ تھیوے
جس بندے نوں اینا گھاٹا، او بندہ کیکر جیوے

پاس انفاس کی تعلیم و تجویز

جیسے جسمانی امراض سے شفا حاصل کرنا تو ہر مریض کو مطلوب ہے لیکن دوا کی تجویز، طریقۂ استعمال، دوا کی مقدار اور استعمال کا وقت طبائع اور حالات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہر مریض کی مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح دل کی اصلاح اور روحانی امراض یعنی غفلت دور کرنے اور دوامِ ذکر کی کیفیت پیدا کرنے کے لئے مختلف اذکار و اشغال ہیں جن میں ایک پاس انفاس بھی ہے جس کو اپنے شیخ کی تجویز اور طریقہ کے مطابق اختیار کرنا چاہیئے۔ ذکر کی تجویز میں طالب اپنی رائے سے کچھ نہ کرے چاہے وہ کتنا ہی ذہین اور علوم کا ماہر ہو کہ خود رائی طریق کی مہلکات میں سے ہے اور شیخ کی تلقین کی برکت اور اثر ہی جدا ہے۔

شریعت و طریقت کے تلازم میں حضرت شیخ دام مجدہم تحریر فرماتے ہیں کہ پاس انفاس جس کے مختلف طریقے ہیں جو مشائخ سلوک کے یہاں متعارف ہیں۔ عمل تو اپنے شیخ کی تجویز پر کرنا چاہئے لیکن اتنا سب میں مشترک ہے کہ ہر سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر ہو (خواہ نفی اثبات یا اسم ذات وغیرہ)

ہم یہاں ایک عام اور سب سے آسان طریقہ بیان کرتے ہیں اور اس کو تین مراحل پر تقسیم کرتے ہیں۔ تاکہ مرحلہ بمرحلہ مشق کرکے سہولت سے ترقی کرے۔

پاس انفاس کے طریقہ کا پہلا مرحلہ

لفظ مبارک اللہ کو سانس کے ساتھ اوپر کھینچے اور لفظ ھُو کے ساتھ سانس چھوڑ دے یعنی سانس لینے میں ذرا سی حرکت کے ساتھ بغیر زبان ہلائے لفظ اللہ کا خیال کرے اور سانس واپس کرنے میں ھُو پیدا ہونے کا تصور کرے۔ اس کو سیکھنے اور سکھلانے کے وقت تو سانس زور سے لیا جاوے گا۔ مگر طریقہ سمجھ لینے کے بعد سانس کو اپنی طبعی حالت میں رکھنا چاہئے۔ اس کو شروع میں چند منٹ مثلاً ۱۵ منٹ کسی یکسوئی کے مقررہ وقت میں کرے پھر بتدریج بڑھاتا رہے۔ نمازوں کے انتظار میں اور جب بھی وقت ملے کرتا رہے۔ حتیٰ کہ ہر وقت کا یہ شغل ہو جائے اور دنیا کے کاموں میں مشغولی کے وقت بھی چلتے پھرتے جاری رکھے۔ رات کو سوتے وقت کرے گا تو یکسوئی حاصل ہو جانے کی وجہ سے نیند بھی جلد آجائے گی اور ذاکر کو جلد سُلانے کے لئے شیطان بھی پاؤں دباتا ہے۔ گو کاملین مخلصین سونے اور جاگنے دونوں حالتوں میں ترقی کرتے ہیں۔

ملحوظہ ۱ :- نماز کی حالت میں اس شغل کو قصداً نہ کرے بلکہ ذات پاک کے سامنے کھڑا ہونے ہی کی طرف توجہ رکھنے کی کوشش کرے اگر نماز میں (خصوصاً امام

کے پیچھے) خود بخود ہوتا رہے تو مضائقہ نہیں ۔ چلہ دو چلہ کے بعد جب یہ شغل ہر حالت میں ہر وقت بلا قصد ہونا شروع ہو جائے تو اپنے شیخ کو اطلاع کرے وہ مناسب سمجھیں گے تو دوسرے چلہ کی تعلیم کریں گے ورنہ یہی کافی ہوگا اور ہمارے حضرت اکثر اتنا ہی بتلاتے ہیں ۔

ملحوظہ ۲ :۔ مشق ہونے کے بعد یہ شغل ہر وقت گہری سوچ و فکر پریشانی اور سخت مشغولیتوں میں بھی انشاء اللہ جاری رہے گا ۔ مگر شروع میں ایسا ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا ۔ اگر غور کیا جائے تو مشق اور غیر مشق کا فرق ہر چیز میں ظاہر ہے ۔ مثلاً جس نے لکھنا نہ سیکھا ہو اور لکھنے کی مشق نہ کی ہو تو اس کو لکھا ہوا دیکھ کر نقل کرنا گو ممکن ہے مگر کئی گھنٹوں میں ایک سطر لکھے گا وہ بھی بدصورت اور کئی غلطیاں اس میں رہ جائیں گی ۔ پھر یہی شخص جب مشق کرے گا تو ہر مشغولی میں تیز تیز صحیح لکھ لے گا ۔ صرف ہاتھ فارغ ہونا چاہیئے حالانکہ قصد اور دماغ کی اس وقت بھی ضرورت ہے کہ حروف پر کہاں کہاں کتنے نقطے اور شوشے لگانے ہیں وغیرہ ۔ مگر مشق کی وجہ سے خود کو بھی محسوس نہیں ہوگا کہ میں سوچ سوچ کر لکھ رہا ہوں ۔

نوٹ :۔ مشق کرنے کے دوران میں کچھ وقت تو بالکل یکسوئی کا ضروری ہے ۔ باقی اوقات میں جتنا ہو سکے ذہن کو اس طرف لگائے رکھنا ہوگا ، مثلاً بازاروں میں چلتے پھرتے ۔ دوکان پر بیٹھے ہوئے ۔ مجالس میں شرکت وغیرہ ۔ غرض جہاں کسی کام میں خاص طور پر ذہن کو مشغول کرنے کی ضرورت نہ ہو وہاں تو شروع میں بھی محض ادنیٰ توجہ سے یہ شغل جاری رہے گا اور غفلت نہیں ہوگی ۔ اور جس کام میں خود بات کرنے اور ذہن کو اس طرف خاص طور پر متوجہ کرنے کی ضرورت ہو وہاں اتنی دیر غیر مشاق سے یہ شغل نہیں ہو سکے گا ۔

یہاں یہ مسئلہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جو مشغولی دینی ہو یا شریعت کے احکام کی رعایت

رکھتے ہوئے دنیاوی امور ضروریہ میں ہو ۔ اس مشغولی کا وقت غفلت میں شمار ہی نہیں ہوتا بلکہ ذکر ہی میں شمار ہوتا ہے (ذکر میں شمار ہونے کے متعلق آخر میں مفصل بیان ہے) بشرطیکہ اس مشغولی میں اخلاص شامل ہو ۔ اور پورا اخلاص بغیر احسان اور عشقی کیفیت کے حاصل نہیں ہوا کرتا ۔ اگر کبھی وقتی طور حاصل بھی ہو تو جب بھی کسی غیر اللہ کی محبت چاہے مال ہو چاہے جاہ ہو ۔ یا نفسانی خواہش اور غیر اللہ کے لحاظ کا غلبہ ہوا تو وہ ختم ہو جاتا ہے ۔ اور اکثر اس وقتی اور کمزور اخلاص کا ختم ہو جانا محسوس بھی نہیں ہوتا ۔ شریعت میں اللہ کریم کی رحمت اور دین میں ہر شخص کے لئے آسانی کے پیش نظر اخلاص کا ادنیٰ درجہ یعنی نیت کا خالص ہونا تو ہر عمل کے لئے شرط ہے انما الاعمال بالنیات اور اس خلوص کا اعلیٰ درجہ جو کیفیت احسانی سے متعلق ہے مستحب ہے ۔ اسی کے حصول کے لئے تمام اشغال اختیار کئے جاتے ہیں تاکہ خلوص نیت بہت مضبوط اور دائمی ہو جائے تاکہ پھر کوئی مشغولی خالص للہ ہونے کی وجہ سے غفلت میں شمار نہ ہو ۔ .....

اس چیز کے بغیر دنیاوی مشغولی سے زیادہ دینی مشغولی میں خطرہ ہے کیونکہ دنیاوی جائز مشغولی بغیر خلوص کے تو صرف غفلت شمار ہو کر ثواب سے محرومی کا باعث ہوگی اور دینی مشغولی اگر غیر اللہ کے لئے (خواہ مال کے لئے خواہ جاہ کے لئے) ہوگی تو اس کا شمار حسب درجہ اس کی آمیزش معصیت ہوگی ۔ لہذا خدمات دینیہ میں مشغول حضرات کو اس چیز کے حصول کی طرف زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے ، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب تک اس درجہ کا خلوص و احسان حاصل نہ ہو دینی خدمات نہ کی جائیں ۔ کیونکہ دینی مشاغل سے جو دوسروں کو نفع پہنچتا ہے تو کسی مخلص کی دعا لگ جاتی ہے یا کبھی نہ کبھی وہ علم خود ہی اس راستے پر لے آتا ہے ۔ بشرطیکہ تکبر نہ ہو ۔

پاس انفاس کا دوسرا مرحلہ

اندر جانے والے سانس کے ساتھ جب اسم مبارک اللہ کا خیال کرلے تو ساتھ ہی ھو الباطن کو بھی ملالے۔ اور باہر آنے والے سانس میں جب ھُو کا خیال کرے تو ھو الظاھر کو بھی دھیان میں لائے یعنی اس سے یہ تصور بندھ جائے کہ طالب کے ظاہر و باطن میں وہی ذات پاک اللہ ہی اللہ ہے۔ اتنی بات جب قابو میں آجائے تو کبھی کبھی خیال کرے کہ جس طرح عالم اصغر (انسانی جسم) کے اندر و باہر اسی ذات کا ظہور ہے اسی طرح تمام مخلوقات کے ظاہر و باطن میں انہیں اسماء مبارکہ ھو الظاھر ھو الباطن کا جلوہ ہے۔

(ماخوذ از ضیاء القلوب و مکتوب حضرت گنگوہیؒ بنام حضرت سہارنپوریؒ)

اس کی خوب مشق ہوجانے کے بعد مذکورہ بالا شغل کے لئے خصوصی توجہ اور قصد کی ضرورت نہ رہیگی۔ اس وقت اتنے کو بلا مشقت مفت سمجھ کر جاری رکھتے ہوئے اپنی توجہ کو اسم مبارک کی بجائے ذات مقدسہ کی طرف کرے اس سے ذکر قلبی کے جریان کی نوبت پہنچکر سلوک کی ترقی کا راستہ کھل جائے گا۔ اوّل تو یہ بات خود بخود پیدا ہونا شروع ہوجائے گی کہ اسم کو یاد کرنے سے مسمّیٰ کی طرف توجہ ہوہی جایا کرتی ہے۔ کہ اسم مبارک ذات پاک سے الگ نہیں ہے یہ مبارک اسم عالم الفاظ میں ذات پاک کی ایک تجلی ہے اس وجہ سے ذات مقدسہ کا دل پہ کچھ کچھ ظہور ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ یہی ظہور یا نور عشق کا باعث ہوکر ہمہ تن ذاتِ مقدسہ کی طرف متوجہ کردیتا ہے اور ماسویٰ سے فراموشی اور خلاصی کردیتا ہے۔

گو یہ امر طالب صادق کو خود ہی حاصل ہوجاتا ہے لیکن اب طالب کے ادنیٰ اہتمام سے اس کی توجہ قلبی پوری طرح ذات مقدسہ کی طرف آسانی سے ہوجائیگی

اس حالت کو وصول۔ مشاہدہ اور احسان کہا جاتا ہے۔ اب اسی حالت کو خوب پختہ کرتا رہے اور ہمیشہ اس میں مشغول اور محو رہے۔ اس دوران میں جو احوال اور خیالات پیش آدیں۔ فوراً اپنے شیخ کو مطلع کرتا رہے اور اپنے خیالات و احوال کی وجہ سے اتباع سنت اور شریعت کے عقائد و اعمال سے سرمو تجاوز نہ کرے ورنہ بجائے کسی نفع کے موجب ہلاکت ہوگا۔ اور رضائے الٰہی کے سوا کسی حال اور لذت کو مقصود نہ بنائے نہ ہی اس پر توجہ کرے۔

جب اس شغل پاس انفاس کو درجہ بدرجہ اور آداب شرع کی پابندی اتباع سنت کے اہتمام اور تمام متعلقہ شرائط کے ساتھ شیخ کامل کی تجویز اور اس کی نگرانی اور اس کے ساتھ انقیاد تام بجالاکر کیا جاوے گا تو حسب وعدہ " وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا الآیہ اور اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ الآیہ کے مطابق محبوب حقیقی کی طرف سے قبولیت ہو جائے گی جس کی علامت دوام طاعت و تقویٰ اور مذکورہ بالا توجہ اِلَی اللّٰہ میں دوام و استقامت ہوتی ہے اس ساری حالت کا انداز کر کے نسبت کا حاصل ہونا سمجھا جاتا جس کے کئی درجات و طرق ہیں (تفصیل رسالہ نسبت و اجازت میں ملاحظہ کریں)

شیریں ترین پاس انفاس کا تیسرا مرحلہ

جس میں جنت کا مزا ، حیاۃ طیبہ ، محبوبیت عامہ اور سکون قلب حاصل ہوتا ہے ۔

اس شغل کے دوسرے مرحلے میں استقامت طالب کو خود بخود اس تیسرے مرحلہ میں داخل کردیتی ہے اس میں شیخ محسن سے رابطہ تو ضروری ہے لیکن مزید ترقی کیلئے جزوی ہدایات اور ذکر کے خاص طریقہ کی ضرورت نہیں رہتی ۔ اب طالب معرفت کے وسیع میدان میں آجاتا ہے ۔ نفس ذکر سے غفلت ہونا بہت دشوار و شاذ ہوجاتا ہے اس کے لئے ذکر لسانی ، خفی ، جہری ، قلبی اور مراقبہ وغیرہ تمام ایک درجہ اور ایک لائن میں ہوجاتے ہیں اب اس کی ترقی اشغال سے زیادہ تلاوت قرآن پاک اوراد مسنونہ و نوافل اور دینی خدمات سے ہوگی ۔ گو جس شغل سے یہ دولت حاصل ہوئی اس کو بھی نہ چھوڑے کیونکہ اول تو نسبت کا حصول اور تحقق ظنی امر ہے دوسرے تنزل و ترقی تو ہوتی ہی رہتی ہے ۔ اور وہ کبھی عزیمت کو پیش نظر رکھکر عبودیت میں مجاہدہ کرتا ہے کبھی رخصت کو پیش نظر رکھکر عبدیت کا مظاہرہ کرتا ہے اور دونوں حالتوں میں برابر کی رضا حاصل کرتا ہے ۔

اب ذکر سالک کی صفت لازمہ بن گیا ۔ حضوری حاصل ہوگئی ۔ کیسے مزے کی بات ہے تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے ساتھ ۔ کا منظر ہوگیا ۔ اذکار و اشغال کا یہ مقصد تو حاصل ہو ہی چکا اب اذکار و اوراد جو بھی کرے گا اس لفظی ذکر سے مقصود محبوب کو سنانا اور ذکر کرنے کے حکم کی تعمیل کر کے خوش کرتا ہے ۔ اب اس کی دعا مخ العبادۃ بن جائے گی ، کہ رضا کے سوا کچھ مطلوب نہیں رہا ۔ اب اس کے تمام ظاہری اور باطنی اعمال بلکہ متضاد صورتوں میں مثلاً دوستی ، دشمنی

خرچ کرنا اور نہ خرچ کرنا سب اللہ ہی کے لئے ہونے لگتے ہیں۔ یہی وہ مقام اخلاص ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اَحَبَّ لِلّٰہِ والبغض لِلّٰہِ واعطی للہ ومنع لِلّٰہ فقد استکمل الایمان (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

قلبی طور پر محبوب کے آمنے سامنے ہوجانے کی یہ بات دنیا میں جنت کا مزا حاصل ہونا ہے۔ جیسے آخرت کی جنت میں سب سے بڑی لذت اور بڑی نعمت دیدار الٰہی ہے جو وہاں ان ظاہری آنکھوں سے بھی ہوگا۔ لیکن یہ دیدار کی نعمت کسی کو تو ہر وقت حاصل ہوگی۔ کسی کو ہفتہ میں ایک مرتبہ کسی کو سال میں ایک مرتبہ حسب مراتب حاصل ہوگی۔ اسی طرح دنیا میں حضوری کی، یہ خاص لذت ہر وقت نہیں رہتی حسب مراتب کسی کو لمحہ دو لمحہ اور کسی کو زیادہ۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس نعمت کو دنیا میں جتنا بڑھا لیا جائے گا۔ آخرت کی جنت میں دیدار الٰہی کی نعمت اسی قدر زیادہ ملے گی۔ گو یہ چیز محض وہبی ہے لیکن بڑھانے کی کوشش کرنا اختیاری ہے جس پر یہ وہبی عطا ہو جاتی ہے۔ اس کو بڑھانے کے لئے بزرگوں کا ایک مشورہ عرض کرتا ہوں تاکہ شاید اللہ کریم اس محروم و نااہل کو بھی اس دولت کا کوئی تتمہ عطا فرمادے۔

طریقہ

محبوب کے سامنے بیٹھنے کے لئے کچھ وقت خصوصی طور پر تنہائی اور یکسوئی کا مقرر کرے۔ اب ذات پاک کی حضوری اور معیت کا دھیان صفت صمدیت کے ساتھ کرے۔ یعنی وہ ذات جس کی طرف متوجہ ہوں جو میرے ساتھ ہے وہ ذات پاک بے نیاز ہے۔ اور میں ہر طرح ہر آن ہر بات میں اس کا محتاج ہوں۔ حتیٰ کہ اپنے وجود میں اور اس کو یاد کرنے میں بھی اس سے مانگنے میں بھی اسی کی توفیق کا سراپا محتاج ہوں۔ اس وقت چونکہ اس نے مجھے اپنی یاد میں لگا یا ہے اس لئے اس وقت

وہ بھی مجھے اپنی خصوصی رحمت سے یاد فرما رہے ہیں کہ خود ہی اپنے ذکر کی توفیق دیکر فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ کا وعدہ فرمایا ہے۔ یوں تو وہ سب غافلوں کا بھی کارساز ہے۔ مگر مجھے تو اس وقت خصوصی طور پر یاد فرما رہے ہیں۔ اور میرے اوپر نظر رحمت وعطاء وفضل کرنے والی ذات صمد یعنی غنی مطلق اور بے نیاز ہے۔

آپ خود اندازہ کریں کہ اس سوچنے کے ساتھ ذکر کرنے میں کتنا ذوق وشوق ہوگا اور کس قدر محبت اور سکون حاصل ہوگا۔ اور ذکر کے اعلیٰ مرتبہ کی کیفیت حاصل ہوجائے گی۔ اس حالت میں جب کبھی پوری مواجہت اور حضوری کا حال نصیب ہوجائے تو اگر زبان ہل سکے تو بجز رضائے محبوب کے اور کوئی دعا نہ کرے۔ یا محبت وشوق میں چاہے روتا ہی رہے۔ کبھی اپنی ذلت وخواری کے پیش نظر شرمندگی میں ڈوبا رہے۔ غرض اس وقت جس طرح کا وارد ہو۔ اس کے مطابق عمل درآمد کرے ؎

سکوت عشق کو ترجیح ہے اظہار الفت میں
مری آہیں رسا نکلیں یہ نالے بے اثر نکلے

اس میں اختیاری کام تو صرف اتنا ہی تھا کہ مراقبہ کے وقت حضرت صمد کی توجہ الی العبد حقیر کا خیال کرے۔ اس میں ذات پاک کی بے نیازی اور اپنی احتیاج کو جس قدر تفصیل سے سوچے گا محبت ولطف زیادہ پائے گا۔

اسباب معرفت:۔ حضرت سعدونؒ نے حضرت ذوالنونؒ مصری سے فرمایا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ اسباب معرفت سننا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے علوم سے نفع تو پہنچنا ہی چاہئے تو حضرت سعدونؒ نے عربی کے دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ عارفین کے دل ہر وقت مولا کی یاد میں مشتاق رہتے ہیں اور اشتیاق میں نالہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس کے قرب میں منزل بنا لیتے ہیں اور مولا کے عشق میں ایسے خلوص سے لگتے ہیں کہ عشق سے ہٹانے والی ان کے لئے کوئی چیز نہیں رہتی ؎

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وصل محبوب کے لئے اس آسان شغل کی قدر کرنے کی توفیق دے تاکہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ کے مطابق مزید عطا ہو۔ و اللہ الموفق وھو المستعان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ و بارک وسلم۔

ضروری وضاحت

پاس انفاس کی تعلیم و تجویز کے بیان میں ذکر ہوا کہ پاس انفاس حبس کے مختلف طریقے ہیں جو مشائخ سلوک کے ہاں متعارف ہیں۔ عمل تو اپنے شیخ کی تجویز پر کرنا چاہئے لیکن اتنا سب میں مشترک ہے کہ ہر سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر ہو یہ سانس کے ساتھ ذکر کرنے کا سب میں مشترک ہونا شغل پاس انفاس سے متعلق ہے جبکہ پاس انفاس کو بطور شغل کیا جائے۔ لیکن اس شغل کے مقاصد و ثمرات جو اوپر بیان ہوئے مثلاً صفائی قلب اور دوام یاد اگر کسی دوسرے شغل اور طریق سے حاصل ہو جائیں تو خاص اسی شغل پاس انفاس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ پاس انفاس سے تو زیادہ سے زیادہ چوبیس ہزار بار ذکر ہوگا اور بعض دوسرے زبانی اور قلبی اذکار کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے اور مقاصد مذکورہ کے حصول والے صاحب دولت کا ذکر تعداد میں لاکھوں سے زیادہ اور کیفیت و ترقی میں تمام اشغال سے بدرجہا بڑھ کر ہوگا۔ کیونکہ ایسے صاحب نسبت کا ذکر بذریعہ فرائض و سنن اور دیگر احکام شرعیہ کی ادائیگی میں ہوگا۔ احکام شرعیہ پر اخلاص کے ساتھ دھیان کرتے ہوئے خواہ بیع و شرا بلکہ لڑائی جھگڑا یا

ہنسی مذاق ہی کیوں نہ ہو حسب مراتب سب ذکر میں شمار ہوگا۔ اور فرائض کی ادائیگی مثلاً نماز میں تو سب سے اعلیٰ ذکر حاصل ہوگا۔ کیونکہ احکام شرعیہ محبوب کی میزان رضا ہے۔ جب کوئی کام بھی شریعت کی رعایت کرتے ہوئے اور حکم دینے والے کو سامنے رکھتے ہوئے کیا جائے گا تو ہر حرکت و سکون میں آمر کی رضا اور اس کی یاد حاصل رہے گی۔

احکام شرع میں اصل آمر اللہ تعالیٰ ہی ہیں، مگر اعمال شرعیہ پر عمل کرتے سے یہ ثمرات یعنی رضا و ذکر جب ہی حاصل ہوں گے جبکہ اعمال کی ظاہری اور باطنی شرائط پوری کی جائیں۔ ظاہری شرائط فقہ اور باطنی شرائط ایمان و احتساب، یقین و احسان ہیں (جن کے حصول کا ذریعہ کنز، قدوری پڑھنا اور اشتغال اختیار کرنا ہے) نماز وغیرہ اعمال کے فضائل و ثمرات میں یہ سب شرائط بھی لگی ہوئی ہیں اور ان شرائط کے بغیر انہیں اعمال کا حسب مراتب کمی ناقص، بے اثر ہونا، اللہ سے بجائے قرب کے بُعد پیدا کرنا اور مُنہ پر مار دیا جانا بھی قرآن وحدیث میں ہے۔ یہ شرائط اعمال سے مقدم ہیں۔ اور ان کی رُوح ہیں دوسری طرف انہیں شرائط کا نام اعمال باطنی بھی ہے مگر ان کی فضیلت اور اعتبار اعمال ظاہری کے ساتھ ہے۔ مثلاً کوئی حضوری اور احسانی کیفیت میں بیٹھا ہی رہے اور وقت پر اٹھ کر نماز نہ پڑھے یا معاملات میں عائد شدہ فرائض کا خیال نہ کرے تو وہ احسانی کیفیت معتبر نہیں۔ ہاں اس کیفیت کے ساتھ مع فقہی رعایت کے حسب شریعت کے فرائض واجبات ادا کرے گا۔ تو اس کی نماز بلا حضوری والے کی نماز سے لاکھوں گُنا وزنی مؤثر اور مُذکر ہوگی۔ یہاں عام طور پر ظاہری علماء اور صوفیوں کو دو مغالطے ہوتے ہیں۔ بعض لوگ ظاہری اعمال کی اصلاح کو باطن کی اصلاح کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حالانکہ حدیث پاک میں قلب کی اصلاح کو مقدم فرمایا گیا ہے اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ الحدیث۔ اور دوسرے بعض حضرات اپنے زعم میں باطن کی اصلاح کر کے عبادات و معاملات میں تقوٰی کا خیال نہیں کرتے حالانکہ حدیثِ احسان میں اَنْ تَعْبُدَ اللہَ فرمایا گیا ہے یعنی عبادت کو اس کیفیت کے ساتھ ادا کرنا احسان کہلاتا ہے اگر عبادت اور معاملات میں تقوٰی اور تواضع نہیں تو یہ احسانی کیفیت محض یادداشت ہے۔ ابھی نسبت اور تعلق مع اللہ کا حصول نہیں ہوا کیونکہ یادداشت لازم اور نسبت ملزوم ہے۔ اور اگرچہ نسبت اصلاحِ اخلاق اور اصلاحِ معاملات وغیرہ سب الگ الگ چیزیں ہیں لیکن نسبت کے بعد ان کا پیدا ہو جانا ایسا ہی ضروری ہے جیسے پختہ ایمان کے ساتھ اسلام کا ہونا ہر کوئی ضروری سمجھتا ہے۔ کیونکہ جب یادداشت کے ساتھ عشقی تعلق بھی ہوگا، تو اپنی ہر حرکت و سکون کو پیشِ نظر اپنے محبوب مالک تعالیٰ جان کر شرع کے مطابق ناپ تول کا دھیان رہے گا اسی کا نام احسان ہے۔ اسی وجہ سے ہر حرکت و سکون عبادت بن جاتی ہے اور رضا و ذکر کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

اس وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ شغل پاس انفاس کے فوائد و ثمرات پڑھ کر ان کو اسی شغل میں منحصر نہ سمجھا جائے اور جس طریقہ یا بزرگ کے یہاں یہ شغل معمول بہا نہ ہو ان کو دوام ذکر وغیرہ سے خالی نہ سمجھا جائے مثلاً حضرات نقشبندیہ میں شغل پاس انفاس تو نہیں اس کے بدلے ان کے ہاں وقوف زمانی اور ہوش در دم ہے۔ اب صفائی قلب اور دوام یاد کے حصول کے لئے دوسرا ذکر نفی اثبات بیان ہوتا ہے:۔

فہرست مضامین

حضرات چشتیہ کا ذکر دوازدہ تسبیح (بارہ تسبیح)

حضرت حافظ ضامن شہید قدس سرہٗ سے کسی نے عرض کیا، کہ حضرت بارہ تسبیح بتا دیجئے۔ حضرت خفا ہو کر فرمانے لگے کہ ساری عمر میں ایک ہی چیز تو حاصل ہوئی۔ وہی تجھے بتادوں : میاں جس طرح ہم کو ناک رگڑ رگڑ کر ملی ہے اس طرح تم بھی ناک رگڑو۔ جب جی چاہے گا بتادیں گے۔ تم چاہتے ہو مفت سفت میں دولت حاصل ہو جائے۔ حضرت خواجہ مجذوب فرماتے ہیں ؎

مے یہ ملی نہیں یوں ہی — دل و جگر ہوئے ہیں خوں
کیوں میں کسی کو مفت دوں — مے میری مفت کی نہیں

(معارف الاکابر)

حضرت مرشدی دامت برکاتہٗ ابتدا میں یہ ذکر تلقین نہیں فرماتے بلکہ ان کے چھپے ہوئے ابتدائی معمولات کے پرچہ کی جس کے سولہ نمبر ہیں پابندی کرنے کا ارشاد فرماتے ہیں۔ کم از کم چھ ماہ بعد طالب میں استقامت، شیخ سے ربط اور شوق، دماغ میں قوت، اوقات میں فراغت اور مزید طلب اور سلامتی فہم کا اندازہ کر کے تعلیم فرماتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے یہاں تو عامی آدمی کو ذکر تلقین کرنے میں اور بھی سختی تھی۔ کیونکہ یہ اذکار تزکیہ کے لئے ہیں ان کی مثال مسہل کی سی ہے کہ اگر بیچ میں روک دیا جائے تو زیادہ نقصان کا باعث ہو جاتا ہے اس لئے ذکر شروع کرنے کے بعد چھوڑنے یا لاپرواہی برتنے یا کبھی احوال پیش آنے پر شیخ کے ساتھ توحید مطلب، ربط کامل اور انقیاد تام نہ رہنے کی صورت میں کئی طرح کے دینی نقصان ہو جاتے ہیں۔ (ان نقصانات کی تفصیل رسالہ محبت صـ۱۰۷ میں ملاحظہ کریں)

لہذا اپنے شیخ کی تجویز و اجازت کے بغیر ہرگز شروع نہ کرے اور اسی سے بالمشافہ طریقہ بھی سیکھے۔ اللہ پاک کی یاد اور افضل الذکر نفی اثبات کے فضائل تو میرے آقا و مرشد کے رسالہ فضائل ذکر میں پڑھ کر شوق پیدا کریں۔ یہاں جو طریقہ اور ترتیب لکھی جائے گی اس سے مقصد تزکیہ اور حصول نسبت ہے لیکن طریقہ خود مقصود اور باعث ثواب نہیں گو ذریعہ مقصود ہونے کی وجہ سے اس میں بھی ثواب ملے گا کیونکہ حصول نسبت کے لئے طریقہ، ترتیب اور شرائط کا لحاظ ضروری ہے۔

طریقہ اور ترتیب سے حصول مقصد کی توضیح

(ماخوذ از رسالہ شریعت و طریقت کا تلازم)

اس میں پہلے دو تسبیحات لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کی۔ پھر چار تسبیحیں اِلَّا اللّٰہ کی۔ پھر چھ تسبیحیں اَللّٰہُ اللّٰہ کی، آخر میں ایک تسبیح اسم ذات مجرد اللّٰہ اللّٰہ کی۔

اس ذکر سے مقصود فنائے علمی غیر اللہ اور توجہ اِلَی اللّٰہ میں تدریجاً ترقی کرنا ہے۔ چنانچہ ابتداء میں کثرت مشہود ہوتی ہے۔ اس لئے لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ سے اس مشہود (ماسوا) کی نفی کرکے اس کو راسخ کیا۔ پھر جب اس نفی میں ایک درجہ گویا کامیابی ہوگئی تو محض ثبوت ذات پاک کو ذہن میں راسخ کرنے کے لئے اِلَّا اللّٰہ کا تکرار کیا۔ پھر ثبوت بھی ایک نسبت حکمیہ تھی۔ اس سے بھی نظر اٹھا کر صرف ذات کا تصور ذہن میں راسخ کرنے کے لئے اسم جلالہ کا تکرار کیا۔ جس کی مداولت سے قلب میں غیر مطلوب سے بے التفاتی اور حضرت مطلوب کی طرف خاص التفات میں ملکہ راسخ ہو کر پھر ذکر کامل کا حق ادا کرکے خوب مقصود حاصل کرتا رہے آخر

ایک دن حقیقی ذکر یعنی دائمی توجہ الی اللہ حاصل ہو جائے گی۔

(شریعت و طریقت کا تلازم)

ذکر سے عشق پیدا ہونے کی توضیح اور عشق کے ثمرات و اثرات کا مفصل حال رسالہ محبت میں ضرور ملاحظہ فرمائیں جس کے ذیل میں بہت سے اشکالات کا حل معلوم ہو جائے گا۔

طریقہ

یہ ذکر ہمارے حضرات کے یہاں بارہ تسبیح ایک ہی دفعہ شروع کروانے کا ہے۔ لیکن اگر طالب کمزور ہو۔ تو وہ دو تسبیح سے شروع کرے۔ پھر ایک ایک چلہ کے بعد اضافہ کرتا رہے۔ چنانچہ خود بندہ کو میرے مرشدِ مشفق نے پہلے صرف ایک ہی تسبیح تلقین فرمائی تھی، پھر عرصہ کے بعد سارے ذکر کو پورا کرنے کا حکم فرما دیا۔

بعد تہجد یا بعد فجر کسی بھی فراغت اور یکسوئی کے مقررہ وقت میں باوضو قبلہ رو بیٹھ کر اول درود شریف اور توبہ عجز و انکساری کر کے دعا کرے۔ اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِکَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اور یہ خیال کرے کہ میں جتنی دیر ذکر کروں گا اتنی دیر اللہ کریم بھی اپنی خصوصی رحمت سے مجھے یاد فرمائیں گے۔ کیونکہ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ ان کا وعدہ ہے۔ اس خیال سے ذکر میں شوق و طمانیت پیدا ہوگی۔ پھر ۱۱ بار درود شریف ۱۱ بار قُلْ ھُوَ اللّٰہ شریف پڑھ کر اپنے سلسلہ کے مشائخ کو ایصال ثواب کرے اور لمحہ دو لمحہ کے لئے خیال کرے کہ فیضانِ الٰہی میرے شیخ کے قلب سے میرے دل میں آرہا ہے اور میرا دل شیخ سے مربوط اور ان کے مقابل ہے۔

پھر چار زانو بیٹھے۔ کمر کو سیدھی رکھے اور خوب اطمینان اور تعظیم کے ساتھ خوش الحانی سے ذکر شروع کرے۔

(تعظیم کا یہ مطلب ہے کہ اس ذکر سے رضائے حق کے علاوہ دوسرا مقصد نہ ہو) اپنے سر کو قلب کی طرف تھوڑا سا جھکا کر کلمہ لَا کو قوت و مد کے ساتھ دل سے کھینچ کر اور اِلٰہ کو دائیں مونڈھے پر لے جا کر سر کو پُشت کی طرف مائل کر کے تصور کرے کہ دل سے ہر غیر اللہ کو نکال کر پس پُشت ڈال دیا پھر سانس کو چھوڑ کر لفظ اِلَّا اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔ اور تصور کرے کہ عشق الٰہی اور نور کو دل میں داخل کیا اسی طرح نفی اثبات ۲۰۰ بار کرے بیچ میں دس گیارہ بار کے بعد مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہتا رہے۔ اس کے بعد لحہ بہ لحہ کے لئے آنکھیں بند کر کے خیال کرے کہ فیضان الٰہی عرش سے میرے سینہ میں آرہا ہے۔

ذاکر اگر قوی ہو تو متوسط آواز سے مگر شدت و قوت کے ساتھ قلب پر ضرب لگائے اگر ضعیف ہو تو قلب پر ہلکی ضرب لگائے۔ پھر چار سو بار اِلَّا اللہ کی ضرب قلب پر دما دم مارے۔ پھر لحہ دو لحہ فیض آنے کا تصور کرے۔ (قلب کی طرف فیض آنے کا خیال کرنے سے فیض ضرور آتا ہے مگر فیض یعنی اثر اور نور آنے کا محسوس ہونا ضروری نہیں)

پھر اسم مبارک اللہُ اللہ کا اضافہ کرے اس طرح سے کہ اوّل حرف ھا لفظ اللہ کو پیش (اَللّٰہُ) اور دوسری ھا لفظ اللہ کو ساکن (اَللّٰہْ) کرے یعنی جزم دے۔ آنکھیں بند کر کے اور سر کو داہنے مونڈھے پر لا کر لفظ مبارک اَللّٰہُ اَللّٰہْ کی دونوں ضربیں دل پر مارے اور اس کو دما دم چھ سو بار کرے۔ بیچ میں کسی وقت اَللّٰہُ حَاضِرِی، اَللّٰہُ نَاظِرِی، اَللّٰہُ مَعِیْ بھی کہہ لے۔ اس کے بعد صرف اَللّٰہْ ھا ساکن سو بار دل پر ضرب کرے۔ اس ذکر کو مرشد اپنے سامنے

بٹھلا کر سکھلائے۔ پہلے مُرشد کرے۔ پھر طالب سے سُننے کچھ غلطی ہو تو اصلاح کردے۔ کچھ عرصہ بعد اگر ذکر میں اضافہ کا شوق ہو اور دماغ میں قوت ہو تو شیخ کی اجازت کے بعد آخری تسبیح اسم ذات مجرد میں ایک ہزار۔ تین ہزار اور چھ ہزار جتنا شیخ تجویز کرے اضافہ کرے۔

ذکر نفی اثبات کا چھوٹا نصاب

حضرت مرشدی دامت برکاتہم کے معمول میں نفی اثبات کا ایک مختصر نصاب بھی ہے۔ اس میں مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق پہلے تین تسبیح نفی اثبات پھر پانچ تسبیح اسم ذات مجرد کیا جاتا ہے پھر اسی اسم ذات میں حسب ارشاد مرشد اضافہ کرتا رہے۔

ملحوظات متعلقہ نفی اثبات

۱۔ شروع میں جو لکھا کہ دس بار کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے اس میں دس کے عدد کی پابندی اگر بلا تکلف ہو سکے تو اچھا ہے۔ ورنہ جتنی بار کے بعد چاہے کہہ لے۔ اسی طرح جملہ شرائط ہیئت و حرکت وغیرہ کو شروع ہی میں اچھی طرح سیکھ کر مشق کرلے لیکن پھر ہمیشہ ان قیودات کی طرف خصوصی توجہ نہ کرے۔ تاکہ حضور اور مطلوب کی طرف توجہ اور محویت میں کمی نہ آئے۔ اسی طرح اگر کوئی پرانا ذاکر مخارج کی ادائیگی یا مقررہ ہیئت و حرکت کے خلاف کچھ کمی زیادتی کرتا ہو تو اس کو نہ ٹوکے۔

۲۔ ذکر کے لئے وہ وقت مقرر کرے جس میں نہ تو پیٹ بھرا ہو نہ بھوک لگی ہو۔ نہ سخت نیند کا غلبہ ہو۔ البتہ وساوس کے ہجوم کی پرواہ نہ کرے کیونکہ ان کا

علاج تو پرواہ نہ کرنا اور ذکر کرنا ہی ہے۔ اس صورت میں لذت کم آئے گی جو کہ مقصود نہیں لیکن ثواب زیادہ ملے گا۔

گفت قطب شیخ گنگوہی رشید — ذکر را یابی بہ ہر حالت مفید

(اختصر)

۳۔ ذکر کا وقت قریب آنے پر ذوق شوق سے انتظار اور تیاری کرے اگر دل سے نہ ہو تو تکلف ہی سے کرے۔ سہولت ہو تو غسل کرے خوشبو لگائے۔ اس وقت اگر خفیہ دشمن (شیطان) کوئی ضروری کام یاد دلائے تو غصہ سے ان کاموں کو پس پشت ڈال دے ہاں اگر اتفاقاً کوئی ضروری اور مختصر کام سامنے آجائے اس سے فراغت ضروری ہو تو اس کو جلد نمٹا کر فارغ ہو جائے تاکہ ذکر میں وہ بار بار یاد آکر باعث تشویش نہ بنے۔

۴۔ عشق مجازی میں گرفتار کے لئے حضرت شیخ دام مجدہم اللہُ اللہ کی تسبیح میں ہُ کے پیش مجہول (ہو اردو والا) تلقین فرماتے ہیں۔ اگر وساوس نہ ہوں تو ہُ کا پیش معروف ہوگا جیسے اردو میں ہُو پڑھتے ہیں۔

۵۔ ہمارے حضرت کے ہاں بیماری اور سفر تو عذر میں داخل ہیں اس کی وجہ سے ذکر کی تعداد اور جملہ شرائط میں ناغہ اور کمی ہو سکتی ہے۔ بیماری میں تو چاہے زبان بھی نہ ہل سکے اللہ کی طرف دھیان رہنا نسبتاً آسان ہوتا ہے بلکہ یہی حقیقی ذکر ہے۔ اور دنیاوی مشغولی عذر نہیں اس سے تو انسان کبھی فارغ نہیں ہو سکتا۔ مشغولی میں کھانا بھی تو کھاتا ہے اگر چاہے تو ایک وقت کا کھانا چھوڑ کر وقت نکل سکتا ہے۔ جس طرح کھانا جسم کی غذا ہے اسی طرح ذکر روح کی غذا ہے اور ہے

تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

انسان کی اصلی ضروریات بہت کم ہیں۔ باقی نفول اور وہمی ضروریات

کی کوئی حد نہیں۔ کسب حلال میں مشغولی کا فرض ہونا صرف بقدر ضرورت ہے ضرورت سے زائد اگر کسب جائز ہو تو مباح ہے جس میں ذکر کی خاطر کمی کرے۔ اور کسب میں اس کمی کرنے سے مقدر میں کمی نہیں ہوگی بلکہ مزید برکت ہوگی۔

۶۔ **اہم ملحوظہ**:۔ اگر ماسوا خدا کے کسی سے خاص تعلق ہو یا کوئی بری عادت خاص طور پر دل میں جگہ پکڑ لے تو اس ذکر نفی اثبات میں اس شئی کی نفی کرے مثلاً مال کی محبت ہے تو اس کو دور کرنے کے لئے طریقہ مذکور کے مطابق لَآ اِلٰہَ کہتے وقت یہ تصور کرے کہ میں نے مال کی محبت دل سے نکال کر پھینک دی۔ اور اِلَّا اللہُ کہتے وقت یہ تصور کرے کہ اللہ کی محبت دل میں داخل کی۔

نوٹ:۔ ذکر کرنے کے بعد اپنی زندگی کے اختیاری کاموں میں اس بات پر خیال رکھے کہ میں نے صبح مال کی محبت نکالنے میں دو سو مرتبہ کوشش کی تھی اور دعا بھی کی تھی۔ پھر مال وجاہ بڑھانے کے اختیاری کاموں میں حسب ہمت کمی کرتا جائے۔ کیونکہ سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ دنیا (مال وجاہ) کی محبت کے ساتھ اگر ہزار برس بھی ذکر کرے تو نفع نہیں ہوگا حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا کلمہ اللہ کی ناراضگی سے بندوں کو محفوظ رکھتا ہے جب تک دنیا کی تجارت کو آخرت کی تجارت پر ترجیح نہ دے اور جب دنیا کی تجارت کو آخرت کی تجارت پر ترجیح دینے لگیں تو پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہیں تو وہ کلمہ ان پر لوٹا دیا جاتا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو تمہارا اقرار جھوٹا ہے محض زبانی جمع خرچ ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کی گواہی کے ساتھ اللہ جل شانہٗ سے ملتا ہے وہ (سیدھا) جنت میں داخل ہوتا ہے جب تک کہ اس کے ساتھ دوسری چیز کو خلط نہ کرے۔ تین مرتبہ حضور نے اپنا یہ ارشاد فرمایا۔

مجمع میں سے ایک شخص نے عرض کیا ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان دوسری چیز خلط کرنے کا کیا مطلب ہے ؟ حضور نے فرمایا ۔ دنیا کی محبت اور اس کی ترجیح اس کے لئے مال جمع کرنا اور دنیا کی چیزوں سے خوش ہونا اور متکبر لوگوں کا سا عمل ۔ (ماخوذ از فضائل صدقات)

اگر کوئی طاقت کی دوا تو روزانہ کھائے پھر بعد میں الٹی کر دیا کرے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے ۔ حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم مظاہر حق سے نقل فرماتے ہیں کہ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا کو محبوب رکھتا ہے ۔ سارے پیر و مرشد مل کر بھی اس کو ہدایت نہیں کر سکتے اور جو دنیا کو ترک کر دیتا ہے سارے مفسد مل کر بھی اس کو گمراہ نہیں کر سکتے ۔

ذکر نفی اثبات کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ دل سے غیر اللہ کو اکھیڑ پھینکے اور اللہ کی محبت کو جمائے ۔ دل کو غیر اللہ سے خالی کرنے کا نام تزکیہ ہے اور اللہ جل شانہٗ سے وابستہ کرنے کا نام وصول ہے ۔ دل جب غیر اللہ سے منقطع ہوگا تب ہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہوگا ۔

نوٹ :۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ آخرت میں بوجہ شرافت کے غیرت ہے اور دنیا میں بوجہ رزالت کے بے غیرتی ہے جس گھر (دل) میں دنیا ہوتی ہے آخرت اس میں ہرگز نہیں جانا چاہتی اور جس گھر میں آخرت ہوتی ہے دنیا اس میں بھی گھسنا چاہتی ہے ۔ لہٰذا کسی کو بھی اس سے بے فکر نہیں ہونا چاہئے کہ میرے دل میں دنیا نہیں ۔ حضرت مرشدی دام مجدہم تحریر فرماتے ہیں کہ مالدار آدمی کو اکثر یہ دھوکہ لگتا ہے کہ وہ اپنے کو یہ سمجھنے لگتا ہے کہ مجھے مال سے محبت نہیں ہے ۔ لیکن یہ بڑی لغزش اور دھوکہ ہے ۔ درحقیقت اس کے دل میں محبت مرکوز ہوتی ہے جو اس کو محسوس نہیں ہوتی ۔ زہر چیز کا احساس تو اس کے مقابل

کی موجودگی میں ہوتا ہے اگر تھوڑی سی بھی نفرت ہوتی تو محبت کا علم ہوتا۔ جس طرح سراپا متواضع کو اپنی تواضع کا علم نہیں ہوتا۔ اور جو اپنے کو متواضع سمجھتا ہے وہ اپنے اندر تکبر کی موجودگی ہی کی وجہ سے سمجھتا ہے) اس مال کی محبت کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب وہ مال ضائع ہوجائے یا چوری ہو جائے۔ اور جو شخص اس کا تجربہ کرنا چاہے وہ اپنے مال کو تقسیم کرے تجربہ کرلے۔ (تجربہ کرنے کے لئے ضائع ہونا تو بڑی بات ہے خیرات کرکے اپنے ہی لئے آخرت کے نفع بخش خزانہ میں بھیج کر دیکھ لے) اگر دل کو اس کے بعد اس کی طرف التفات ہو تو معلوم ہوگا کہ محبت تھی اور دل کو اس کا خیال بھی نہ آوے تو معلوم ہوگا کہ محبت نہ تھی۔ یہاں اس بات کا خیال رہے کہ مال ضائع ہونے پر بعض کاملین مشائخ کو بہت افسوس ہوتا ہے یہاں اس کی وجہ مال کی محبت نہیں ہوتی بلکہ اللہ پاک کی نعمت اور امانت کی لاپرواہی سے ناقدری اور حق تلفی کی مسئولیت کے خوف کی وجہ سے افسوس ہوتا ہے جیسا کہ کسی کی امانت ضائع کرنے پر امین متقی کو بہت افسوس ہوگا اور غیر متقی کو پرواہ بھی نہ ہوگی۔ حضرت اقدس کو دیکھا کہ مال کے ضائع کرنے پر بہت افسوس ہوتا ہے لیکن اللہ کی رضا میں خرچ ہوجانے پر بے حد مسرت ہوتی ہے جو خادم اس کا واسطہ ہوتا ہے اس کو بہت دعائیں دیتے ہیں۔

یہی حال حب جاہ والے کا ہے کہ وہ زبان سے کہتا ہے کہ مجھے کسی کی مدح وذم کی پرواہ نہیں پھر اپنی مدح سن کر پھول جاتا ہے اور مذمت خواہ غائبانہ ہو سنکر تلملا اٹھتا ہے۔ اس مضمون کو اس لئے طول دیا کہ ذکر نفی اثبات کے موثر ہونے اور سلوک کا فائدہ ہونے میں اس شرط کو خاص دخل ہے۔

نوٹ ۲ :۔ غفلتوں اور امراض قلبی کی کثرت کی وجہ سے یہ کام دو چار دن کا نہیں پابندی سے ذکر کرتا رہے اور اپنی ہمت کے مطابق بتدریج تعلق دنیا

کے اختیاری امور میں کمی کرتا جائے ۔ ہمت میں قوت کے لئے حضرت مرشدی کی کتاب فضائل صدقات کو مطالعہ میں رکھے ۔ حقیقی فقراء و زہاد کی صحبت اختیار کرے ۔ اس سب کی توفیق اور اصلاح کے لئے زاری کے ساتھ اللہ سے مانگتا رہے۔

نوٹ ۳ :۔ اگر طالب اس ذکر کو اس کی جملہ شرائط جہر ، ضرب شدت و قوت کے ساتھ ایک مدت تک پابندی کرے اور شیخ کی توجہ کو شامل حال رکھے تو مقصود کار تک پہنچنے کے لئے مزید کسی بھی شغل یا مراقبہ کی ضرورت نہ پڑے گی ۔ اسی ایک ذکر سے حقیقی ذکر قلبی پیدا ہونا شروع ہو جائے گا اور اوقات ذکر کے علاوہ بھی یادداشت کی کیفیت رہنا شروع ہو جائے گی جس میں رسوخ پیدا کرنے کے لئے مراقبہ معیت کی تعلیم کی جاتی ہے ۔

ضرب و جہر وغیرہ شرائط کے بغیر اس ذکر سے مطلوبہ کیفیت پیدا ہونا مشکل ہے اگر کسی عذر سے شرائط ذکر میں کمی رہی ہو تو اس کے ساتھ شغل پاس انفاس تلقین کر دیا جائے بعدہٗ مراقبہ کی طرف رغبت ہو تو مراقبہ دعائیہ بتا دیا جائے ۔

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا، إِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَاءً خَفِيًّا[1]

ابتدائی اذکار واشغال

برائے

متوسلین حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم

حصۂ دوم

جس میں اشغال نقشبندیہ بطریق تعلیم حضرت شیخ المشائخ مولانا محمد زکریا بیان کئے گئے ہیں

- شغل اسم ذات
- مراقبۂ دعائیہ
- شغل نفی اثبات
- مراقبۂ معیت
- ذکر رابطہ یا طریقہ صحبت شیخ
- مراقبۂ موت

---

[1] نِدَاءً خَفِيًّا میں ذکر خفی کا ثبوت ہے۔ (از بیان القرآن)

اذکار خفی کی فضیلت اور سلوک میں اس کا موضوع

ذکر خفی ذاکر کے خیال اور وہم کو گم گشتگی اور گمنامی بخشتا ہے۔ یہ ذکر اسم مبارک کی حلاوت اور شیرینی پانے اور تنہائی اور خاموشی کی لذت پانے اور لوگوں کے اختلاط اور ہم کلامی سے نفرت حاصل کرنے کے لئے موضوع ہے۔

ذکر جہر کی طرح اس سے بھی حقیقی قلبی ذکر یا ملکۂ یادداشت اور مذکور کا عشق پیدا ہو جاتا ہے اور اگر اس کو احکام شرع کو بجالاتے ہوئے کیا جاوے تو قبولیت و نسبت کا حصول ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ یہ اذکار اس طریق پر واقع ہوں جو صوفیاء کرام میں معروف ہیں۔ (ماخوذ از صراط مستقیم)

ذکر خفی کے فضائل کو حضرت مرشدی کی کتاب فضائل ذکر ص ۴۸ سے نقل کرتا ہوں:۔

مسند ابو یعلیٰ میں بروایت حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر جس کو فرشتے بھی نہ سن سکیں ستر درجہ دوچند ہوتا ہے جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے اور کراماً کاتبین اعمالنامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہو گا کہ فلاں بندے کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو۔ تو ارشاد ہو گا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں۔ وہ ذکر خفی ہے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اس ذکر پر جس کو وہ سنیں ستر درجہ بڑھا ہوا ہے۔ یہی مراد ہے اس شعر سے جس میں کہا گیا ہے ؎

میان عاشق و معشوق رمزے است
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

کہ عاشق و معشوق میں ایسی رمز بھی ہوتی ہے کہ فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی۔ کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اجر و ثواب حاصل کریں گی ہی۔ یہ ہر وقت کا ذکر و فکر پوری زندگی کے اوقات میں ستر گنا مزید براں۔ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دق کر رکھا ہے۔

حضرت جنیدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے، وہ کہنے لگا یہ کوئی آدمی ہیں، آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں جنہوں نے میرے بدن کو دبلا کر دیا میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر، ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو ـــــ ـــــ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضور سے یہی نقل کیا۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکر خامل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا ذکر خامل کیا ہے۔ ارشاد فرمایا مخفی ذکر، بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا یاد کرنا اور ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ میری خاص توجہ اس پر رہی ہے اور خصوصی رحمت کا نزول اس پر ہوتا رہتا ہے ۔ یہ فضیلت کس قدر عظیم اور سکون قلب کا باعث ہے ۔ البتہ ذکر کے مراتب کئی ہیں انھیں کے بقدر یہ دولت نصیب ہوتی ہے اور ذکر کے تمام مراتب اللہ کریم کے فضل سے مداومت کرنے والے کو درجہ بدرجہ حاصل ہوتے رہتے ہیں ۔ مندرجہ بالا فضائل ذکر خفی کے ہیں اور حصہ اول میں ذکر جہری کے فوائد و ثمرات بیان ہوئے ہیں یہ دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالت کے اعتبار سے مختلف ہیں اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے ۔

ذکر خفی کا طریقہ اور لطائف ستہ

حضرت شیخ دام مجدہم کے معمول میں ذکر خفی کی تعلیم کا مفصل حال شجرہ نقشبندیہ امدادیہ خلیلیہ میں ملاحظہ کریں ۔ یہاں مختصر طور پر طریقہ ہی بیان کرنا ہے ۔ ہمارے حضرت ذکر خفی کو لطائف ستہ سے نہیں کرواتے ۔ یہ لطائف کشف سے دریافت ہوئے ہیں ۔ بزرگوں کے کشوف کے اختلاف کی وجہ سے ان کے تواحد اور تعدد میں اختلاف ہے بلکہ مقامات میں بھی اختلاف ہے ۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ نفس کے علاوہ باقی لطائف آپس میں متناسب ہیں اور ہر تحتانی لطیفہ اپنے فوقانی کے لئے ممد ہے اور فوقانی تحتانی پر مشتمل ہے ۔ اس لئے فوقانی کے جاری ہونے سے تحتانی بھی جاری ہوجاتا ہے ۔

(ماخوذ از تحقیق حضرت حاجی صاحبؒ بروایت حضرت حکیم الامت تھانویؒ)

اور بعض حضرات تمام لطائف کو قلب ہی کے اندر مانتے ہیں اس لئے ذکر خفی کی تعلیم میں صرف قلب ہی پر زور دیا جانا کافی ہوجاتا ہے ۔ کہ اس کا اثر

سب جگہ ہو جاتا ہے ۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ ۔ یہ قلب (گوشت کا لوتھڑا) جس کو قلب صنوبری کہتے ہیں قلب حقیقی کا جو عالم امر سے ہے آشیانہ ہے ۔ اور عادۃُ اللہ اس طرح جاری ہے کہ جب مرید اپنے قلب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو مبدأ فیض سے بواسطہ قلب حقیقی اس میں فیض پہنچتا ہے ۔ پھر یہیں سے سب جگہ اثر پہنچ جاتا ہے ۔

شغل اسم ذات کا طریقہ

روزانہ صبح کی نماز کے بعد یا تہجد کے بعد یکسوئی کی جگہ بیٹھ کر اول مشائخ سلسلہ کو ایصال ثواب کرے جیسا کہ حصہ اول میں ذکر جہر نفی اثبات میں بیان ہوا۔ اول زبان کو تالو سے لگالے تاکہ حرکت نہ کرے ۔ پھر اپنے قلب کی طرف متوجہ ہو جو کہ بائیں پستان کے نیچے واقع ہے جہاں ہر وقت دھڑکن محسوس ہوتی ہے یہاں یہ تصور باندھے کہ لفظ مبارک اللہ نہایت عاشقانہ بے چینی کے ساتھ زبان کو حرکت دیئے بغیر دل سے نکل رہا ہے کیونکہ قلب کا مقصود اور محبوب صرف اللہ تعالیٰ ہے اس لئے دل بے چین ہو کر اس کو یاد کر رہا ہے ۔ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ ۔ پس دل کی طرف متوجہ ہو کر اس قلبی تلفظ یعنی اللہ اللہ ہونے کا تصور کرے ۔ یعنی دل کی طرف متوجہ ہو کر وہاں سے اللہ اللہ نکلنے کی کیفیت سے مطلع ہو کر اس کی مشق کرے ۔ یہ کوئی پیچیدہ مشکل بات نہیں ہے مثلاً بغیر زبان ہلائے دل دل میں گنتی کرنا یا کسی بھی چیز کا نام لینا ہر شخص جانتا ہے ، اسی طرح دل میں اللہ اللہ کرنا ہے بلکہ یہ ذکر تو وہاں خود ہی ہو رہا ہے اس ہونے کا اپنے قصد اور توجہ سے ادراک کرنا ہے اس لئے گنتی وغیرہ کرنے سے

بھی زیادہ آسان ہے ۔ اس میں شیخ کی تلقین کی برکت اس کی توجہ اور اس سے ربط بھی معاون ہے ۔

اس شغل کو صبح و شام دونوں وقت کرے اور مقدار میں دو ہزار سے شروع کر کے مرشد کی ہدایت کے مطابق پانچ ہزار تک کر لے ۔ جب یہ ذکر بلا تکلف یعنی بغیر خصوصی توجہ کرنے کے ہونا شروع ہو جائے تو بلا قید مقدار اپنے دوسرے کاموں کی مشغولی میں اور چلتے پھرتے اسی شغل میں مشغول رہے اور اسم مبارک اللہ کو ذات پاک سے الگ نہ جانے ۔ اگر شروع میں ذات مقدسہ جو اس اسم کا مسمیٰ ہے کی طرف توجہ کرنے میں دشواری ہو تو تشویش نہ کرے چند روز کے بعد دھیان ہونا شروع ہو جائے گا ۔

ملحوظہ ۱: اس قلبی تلفظ کو تسبیح ہاتھ میں لیکر شمار بھی کرتے رہیں اگر تسبیح رکھنے میں کوئی مانع ہو تو چند بار تسبیح پر کرنے کے بعد وقت کا اندازہ کر لے ۔

ملحوظہ ۲: جس کی طبیعت بہت منتشر ہو یا بہت غبی اور ٹھنڈی طبیعت کا ہو یا دل کسی چیز میں اٹکا ہوا ہو ۔ وساوس کا بہت ہجوم ہو اور بالکل یکسوئی نہ ہو تو اس کو مرشد کی زیادہ توجہ اور صحبت کی ضرورت ہوگی ۔ اس کے لئے مرشد حسب حالات اپنے سامنے بیٹھنے کا دھیان کرنے کا حکم کرے اور طالب میں خشکی کا خطرہ نہ ہو تو حبس دم اور آنکھیں بند کر کے تھوڑا سا قلب کی طرف جھک جانے کو اور ذکر مذکورہ کو جلدی جلدی بہت تیزی کے ساتھ کرنا تجویز کرے ۔ اس قسم کی تدبیروں میں سب سے زیادہ مؤثر اور آسان صحبتِ شیخ کا اہتمام ہے ۔ صحبت شیخ کی اس قسم کی تاثیر کا بیان آگے آرہا ہے ۔

ذکر خفی نفی اثبات کا طریقہ

روزانہ بعد تہجد یا بعد فجر با وضو قبلہ رو چار زانو بیٹھیں پھر ۱۱ بار درود شریف ۱۱ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر تمام سلسلہ کے مشائخ کو ایصال ثواب کرے اور اپنے شیخ سے اپنا قلبی ربط ہونے کا خیال تازہ کرے۔ اوّل زبان کو تالو سے لگالیں تاکہ حرکت نہ کرے۔ پھر خیال سے قوت کے ساتھ لَا کو دل سے نکال کر داہنے مونڈھے پر ختم کرے پھر اِلَّا اللّٰہ کی خیالی ضرب قلب پر اس طرح لگائے کہ اسم مبارک اللّٰہ کو زور کے ساتھ قلب میں داخل کرکے جمادیا۔ اس میں زبان اور سر گردن وغیرہ کی کوئی ظاہری حرکت نہیں ہونا چاہیئے یہ داہنے مونڈھے پر لے جاکر قلب پر ضرب لگانا سب تصور ہی میں کرے۔ سانس اپنے حال پر جاری رہنے دیں۔ اور تعداد میں تین سو سے لیکر پانچ سو تک کرے۔ اس ذکر خفی قلبی کے بعد دوسرے اوقات میں کچھ مقدار نفی اثبات کی خفی آواز سے حرکت لسانی کے ساتھ بھی ہونا چاہیئے کیونکہ نفس عالم خلق سے ہے اس لئے فنائے نفس کے لئے کچھ زبانی ذکر بھی ہونا چاہیئے اور یہ زبانی ذکر کا اضافہ مندرجہ بالا طریقہ ہی کے مطابق کرنا ہے صرف ہلکی آواز کے ساتھ زبان کی حرکت کو شامل کرنا ہے۔ اور یہ ذکر زبانی اوراد والی کلمہ طیبہ کی تین تسبیحات کے علاوہ ہے۔

ملحوظہ ۱ :۔ ذکر میں معنیٰ کا لحاظ رکھنا شرط ہے یعنی کوئی مقصود سوائے ذات پاک کے نہیں ہے۔ نفی کے وقت یعنی لَا اِلٰہ کا تصور کرتے وقت دل سے تمام ماسوا کو نکالنے کا خیال کرے اور اِلَّا اللّٰہ کے تصور کے وقت صرف ذات پاک ہی کو دل میں جمائے۔

ملحوظہ ۲ :۔ چند مرتبہ ذکر کرنے کے بعد خیال ہی کی زبان سے نہایت

خاکساری اور نیازمندی سے بے نیاز ذات کے سامنے مناجات اور التجا کرے کہ الٰہی میرا مقصود تُو اور تیری رضا ہے۔ اپنی محبت و معرفت عطا فرما۔

ملحوظہ ۳ :۔ اپنی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ ذاتِ الٰہی کی طرف رکھنا ضروری ہے۔

فائدہ ۱ :۔ ذکر میں جب تک مشق نہ ہو جائے تو ذکر میں خیالی حرکات یعنی لَآ اِلٰہَ کو دل سے کھینچکر داہنے مونڈھے پر لیجانے کی خیالی حرکت پھر وہاں سے ظاہری کوئی حرکت کئے بغیر قلب پر ضرب لگانا۔ پھر ساتھ ہی معنی کا خیال کرنا اور چند مرتبہ کے بعد دعا کرنا اور دل کی توجہ کو ذات مقدسہ کی طرف کرنا ان سب باتوں کا ایک ہی وقت میں لحاظ رکھنا دشوار ہوتا ہے لیکن گھبرانا نہیں چاہئے۔ ملحوظات کو ضروری سمجھتے ہوئے ضرور عمل میں لائے خواہ پہلے ایک بات کی مشق کرے پھر دوسری کو ساتھ ملائے۔ کیونکہ نسبت کا حصول اور تزکیہ (جو ذکر میں ان طریقوں کا مقصود ہے) ان طریقوں کا لحاظ کئے بغیر مشکل ہے۔ البتہ ثواب ملنا امر دیگر ہے۔ چند دنوں مشق کے بعد سب باتوں کا لحاظ کرنا آسان ہو جائے گا۔

فائدہ ۲ :۔ اگر ماسوا خدا کے کسی سے تعلق ہو جائے یا کوئی بُری عادت خاص طور پر دل میں جگہ پکڑ لے۔ تو ذکر نفی اثبات میں اس شئی کی نفی کرے مثلاً مال کی محبت ہے تو اس کے دور کرنے کے لئے لَآ اِلٰہَ کا تصور کرتے وقت یہ خیال کرے کہ میں نے مال کی محبت دل سے نکال کر پھینک دی۔ اور اِلَّا اللّٰہ کے وقت یہ خیال کرے کہ اللہ کی محبت دل میں داخل کی۔ مگر اس علاج (ذکر) کے بعد پھر سارا دن مال بڑھانے میں انہماک کو بقدر ہمت عملاً بھی کم کرے ورنہ علاج کا فائدہ نہیں ہوگا اس کی تفصیل ذکر جہری نفی اثبات کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں جو حصہ اول میں ہے۔

ذکر خفی نفی اثبات کا دوسرا طریقہ

تمام آداب وملحوظات مثل مذکورہ سابق یہاں بھی ہیں صرف طریقہ یعنی خیالی حرکات میں فرق ہے۔ پہلے طریقہ کی نسبت معمولی سا مشکل ہے لیکن مفید تر ہے۔ وہ یہ کہ لا کو بذریعہ خیال ناف سے نکال کر دماغ تک لائے پھر وہاں سے اللہ کو دائیں مونڈھے پر ختم کر کے اِلَّا اللہ کی ضرب قلب پر لگائے جس کی تصویر خیال میں اس طرح سامنے نقشہ کے مطابق ہوگی۔

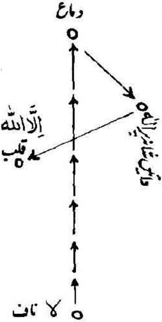

نوٹ: طریقہ سمجھانے کے لئے تصویر کے مطابق انگلی سے مقامات کی طرف اشارہ کر کے سمجھایا جاسکتا ہے۔

ذکر رابطہ یا طریقہ صحبتِ شیخ

یک زماں ہم صحبتے با اولیاء ؎ بہتر از صد سال زہد و اتقاء

اولیاء کی صحبت کی فضیلت میں یہ شعر اکثر پڑھا جاتا ہے لیکن عام لوگ اس کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے اس کو مبالغہ اور شاعری ہی سمجھتے ہیں۔ اس شعر کے متعلق حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس سے ہر صحبت مراد نہیں بلکہ بعض وقت اللہ والے کی کسی ایک صحبت میں کوئی ایسا گر ہاتھ لگ جاتا ہے یا ایسا حال پیدا ہو جاتا ہے جو سو سالہ زہد اور بے ریا عبادت سے بھی پیدا

نہ ہوتا۔ اور اس کا احتمال ہر صحبت میں ہے لہذا ہر صحبت قیمتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صحبت ایسی کیمیا اثر تھی کہ اسلام کی حالت میں ایک ہی زیارت سے صحابی کا درجہ حاصل ہو جاتا تھا۔ اب ایک طرف نائبین رسالت کی صحبتوں میں کمزوری آئی دوسری طرف مریدین میں شرائط استفادہ، ارادت و آداب صحبت وغیرہ اس درجہ کے نہ رہے اس لئے اب اس اصل کے ساتھ دوسرے اذکار و اشغال بھی ضروری ہوئے۔ (صحبت کے آداب بہت نازک اور لطیف ہیں ان کی تفصیل اور صحبت کے اثرات کی وجہ اور دلائل رسالہ محبت اور فیض شیخ میں اور اکابر کا سلوک و احسان کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ کہ یہاں صرف طریقہ بیان کرنا ہے)

اب بھی حقیقی ذکر حاصل کرنے کے لئے اصل تو صحبت ہی ہے اسی لئے صوفیاء کرام کے ہاں صحبت شیخ کا دوسرا نام ذکر رابطہ ہے یعنی رابطہ شیخ کو بھی ذکر اللہ کے اقسام میں شمار کیا ہے۔ اس طریقہ ذکر میں ایسے احوال بھی پیش نہیں آتے جو مجاہدات اور اشغال کا ثمرہ ہوتے ہیں۔ وہ چاہے اچھے ہوں عجیب و غریب اور پُرلطف ہوں مگر مقصود نہیں ہوتے اور بعض وقت خطرناک بھی ثابت ہوتے ہیں اسی طرح اس طریقہ میں شیطان کی دخل اندازی بھی کم ہوتی ہے۔ سکون و عافیت کے ساتھ راستہ طے ہوتا ہے ؎

اُن سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اس کو ذکر میں اس لئے شمار کیا ہے کہ حدیث پاک میں اولیاء کی یہی علامت آئی ہے کہ ان کو دیکھ کر خدا یاد آئے۔ اللہ والوں کو دیکھ کر یہ نہیں ہوتا کہ زبان پر اللہ اللہ جاری ہو جائے، اگرچہ کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے، بلکہ خدا یاد آنے کا مطلب یہ ہے کہ توجہ الی اللہ ہو جاتی ہے۔ اور یہی حقیقی ذکر اللہ ہے۔ جو کوئی چاہے شرائط

صحبت کے ساتھ اللہ والوں کے پاس بیٹھکر اس کا تجربہ کرلے ۔ اور عقلی طور پر بھی یہ ایک عام بات ہے کہ رونے والے کو دیکھکر بلا وجہ رونا آجاتا ہے بشرطیکہ رونے والا سچے دل سے رو رہا ہو اور دیکھنے والے کا دل بالکل پتھر نہ ہو ۔ اور اس کو رونے والے سے کچھ تعلق بھی ہو یا کم از کم اس سے دشمنی نہ ہو ۔ اسی طرح اگر کوئی ہنسنے والے کی طرف متوجہ ہو تو خواہ مخواہ ہنسی یا کم از کم چہرے پر مسکراہٹ تو آہی جاتی ہے ۔ اسی طرح چونکہ ذکر اللہ والے کا حال ہوتا ہے اس کو اللہ کی حضوری اور معیت حاصل ہوتی ہے ۔ کیونکہ بخاری شریف کی حدیث قدسی کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ الحدیث کا مطلب یہی ہے کہ اس کا (اللہ والے کا) دیکھنا ، سننا ہر کام اللہ کی رضا اور محبت میں ہوتا ہے ۔ اس لئے ان کی خاموشی بھی ہادی ہوتی ہے اور وہ باطن میں خاموش بھی نہیں ہوتے بلکہ قصداً بھی نہیں ہوسکتے کیونکہ ذکر اللہ اور مناجات ان کی صفت لازمہ بن گئی ہوتی ہے ۔ اور ذکر خفی کے بیان میں یہ حدیث گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو بندہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں ۔ اس معیت خداوندی والے سراپا ذاکر کی طرف محبت سے توجہ کرنے والے میں توجہ الی اللہ کا پیدا ہوجانا ظاہر ہے اور یہی حقیقی ذکر ہے اس لئے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ یہ طریقہ (یعنی ذکر رابطہ شیخ) بہت جلد اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے اور بہت آسان ہے ۔ شیخ کی توجہ اور ان کے اخلاص کی برکت سے دل غفلت سے پاک ہوجاتا ہے اور شیخ کی محبت کی کشش سے مشاہدۂ الٰہی کے انوار دل میں چمکنے لگتے ہیں بندہ کو اللہ پاک سے خصوصی عشقی تعلق ہوکر ہر وقت اس کی یاد اور اس کی طاعت میں مشغولی رہتی ہے اسی کو پہنچنا کہتے ہیں ۔

طریقہ شیخ کی موجودگی میں آداب اور طبیعت کی رضامندی، شوق اور ان کی طرف افتقار و احتیاج دل میں رکھتے ہوئے اخذ فیض کا حریص

بن کران کے مبارک قلب سے فیض آنے کا تصور کرتے ہوئے اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے اور شیخ کی غیر موجودگی میں ان کے تصور سے فیض یاب ہوتا رہے۔ اللہ تعالےٰ نے جو خاصیتیں قلوب میں رکھی ہیں ان کے نظام کے تحت فیض آنا شروع ہو جائے گا۔ خواہ کچھ نظر آئے یا نہ آئے کیونکہ انوار کا نظر آنا کشف سے تعلق رکھتا ہے۔ البتہ توجہ اِلی اللہ کا پیدا ہونا ہر کسی کو محسوس ہو جائے گا۔ اور مجلس میں حاضری اُسی وقت دے جب خود شیخ نے مجلس کا وقت دیا ہوا ہو۔ خواہ عمومی خواہ خصوصی اجازت ہو باقی اوقات میں خصوصًا جبکہ ملاقات سے شیخ کی ادنیٰ گرانی کا بھی اندیشہ ہو۔ اس وقت میں حاضری نہ دے بلکہ شیخ کی غیر موجودگی میں محبت کے ساتھ دل میں شیخ کو یاد رکھے۔ اور شیخ کی طرف سے اپنے دل میں فیض آنے کا خیال کرتے ہوئے اپنے دل کی طرف متوجہ رہے۔ عادت اللہ جاری ہے کہ جو اپنے قلب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو فیوض الٰہیہ اس میں آنے شروع ہو جاتے ہیں لیکن چونکہ مبداء فیاض باری عزّ اِسمہٗ کی طرف کامل توجہ کرنے کی مبتدی میں استعداد نہیں ہوتی اس لئے شیخ کے واسطے سے کام آسان ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ہم جنس ہے اور اس سے فی الجملہ مناسبت ہوتی ہے، اس کا اوپر بھی رابطہ ہوتا ہے۔ یہ شیخ کی طرف خیال کرنا بظاہر غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ مگر شیخ چونکہ مُوصِل اِلی اللہ ہے اس لئے ان کا خیال اللہ کا خیال پیدا کرنے والا اور غیر اللہ کے خیال کو مٹانے والا ہوتا ہے۔ جیساکہ مثنوی شریف میں ہے ؎

چون خیال آمد خیال یارِ من　　　صورتش بُت معنئ او بُت شکن

یعنی میرے پیارے شیخ کی طرف خیال کرنے کی مثال حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبیّنا وعلیہ السلام کے قول کی مانند ہے جو انہوں نے چاند کی طرف دیکھکر فرمایا تھا "ھٰذَا رَبِّیْ" کہ اس قول کا ظاہر تو شرک ہے اور حقیقت میں اس قول سے شرک

کو مٹانا تھا۔ اور "ارشاد الملوک" میں ہے کہ مرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہیئے کہ شیخ کی روح (روحانیت) کسی جگہ میں مقید و محدود نہیں پس مرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید تو گو شیخ کے جسم سے دور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں۔ مرید جب اس مضمون کو پختگی کے ساتھ جانتے رہے گا اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے گا تو ربط قلب پیدا ہو جائے گا۔ اور ہر دم (بذریعہ شیخ فیوض الٰہیہ کا) استفادہ ہوتا رہے گا۔ اسی رابطہ کی فضیلت میں حضرت خواجہ احرار قدس سرّہٗ فرماتے ہیں ؎ "سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق" یعنی شیخ کا خیال (تعلق باللہ کے حاصل ہونے میں) مبتدی مرید کے لئے ذکر اللہ سے بھی بڑھ کر ہے اگرچہ ذکر فی نفسہٖ بزرگی اور فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس روحانی قرب اور ربط شیخ کے حصول میں جسمانی قرب کو بھی دخل ہے۔ اور حصول کے بعد نورٌ علیٰ نور ہے۔ ایک بزرگ نے کسی سے کہا کہ تم بایزید کی صحبت میں رہا کرو۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو خدا کی صحبت میں رہتا ہوں (یعنی ذکر اللہ کرتا ہوں) اس بزرگ نے فرمایا کہ بایزید کی صحبت (تمہارے لئے) خدا کی صحبت سے اچھی ہے۔ یعنی تو اپنے حوصلہ اور ہمت کے موافق اللہ تعالیٰ سے بے واسطہ فیض حاصل کرے گا۔ برخلاف اِس کے کہ بایزید جیسے کی صحبت میں رہے گا تو ان کی اعلیٰ حوصلگی کے مطابق ذات باری تعالیٰ سے فیض حاصل کر سکے گا۔ چنانچہ صحابہ کرام کی فضیلت کا راز یہی ہے کہ انہوں نے سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اٹھائی تھی اور قرب جسمانی کے بغیر محض روحانی رابطے سے حضرت اویس قرنیؒ گو سید التابعین ہوگئے مگر صحابیت کا مرتبہ نہ حاصل ہو سکا اگرچہ حاضری میں ان کا عذر معقول تھا۔ قرب جسمانی و تلبّس سے فیوض و برکات حاصل کرنے میں قلوب انسانی میں تو بہت صلاحیت ہے۔ لیکن نباتات اور پتھر تک بھی بزرگوں کا اثر لیتے ہیں باقی جو قلوب پتھر سے زیادہ سخت ہوں ان کی اور

بات ہے۔ کہ بعض قلوب کے پتھر سے زیادہ سخت ہونے کی خبر خود خالق قلوب جل شانہ نے اپنے کلام میں دی ہے۔ اللہ والوں کے ملبوسات، ان کے مساکن اور مستعمل چیزوں کو اسی واسطے تبرکات کہا جاتا ہے کہ ان میں ذکر کا اثر آجاتا ہے۔ اس بارے میں اپنے ہی اکابر کے بے شمار قصے ہیں۔ یہاں ذکر کی مناسبت سے مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الف الف صلوٰۃ وسلام کے ایک ستون کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ستون کو اسطوانہ مخلقہ کہتے ہیں۔ یہ جگہ ساری مسجد میں سب سے زیادہ متبرک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ اس جگہ کھجور کا وہ تنا تھا جس پر ٹیک لگا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے پہلے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ جب منبر شریف تیار ہوا اور حضور خطبہ کے لئے اس پر تشریف لے گئے تو اس ستون (کھجور کے تنے) میں سے بہت زور سے رونے کی آواز آئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے رونے سے مسجد گونج گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے رونے اور اس کی حالت سے مسجد والے بھی رونے لگے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس پر دست مبارک رکھا جس سے اس کا رونا بند ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (یہاں اسی ارشاد گرامی کا ذکر کرنا مقصود ہے) کہ اس کے قریب اللہ کا ذکر ہوتا تھا اب منبر بن جانے سے یہ اس سے محروم ہوگیا۔ اس کی وجہ سے رو رہا ہے۔ اگر میں اس پر ہاتھ نہ رکھتا تو یہ قیامت تک اسی طرح روتا رہتا۔ اس کے بعد اس کو دفن کردیا گیا۔ (فضائل ذکر)

دست مبارک کے تلبّس اور خصوصی توجہ سے اس کی پیاس بجھ گئی اور تسکین ہوگئی۔

قرب جسمانی، غائبانہ رابطہ، اور تصورات یہ سب محض صورت کے درجہ میں ہیں ان سب کی روح محبت ہے، محبت ہی سے حقیقی معیت حاصل ہوتی ہے اور فیض منتقل ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

شیخ کی صحبت میں مندرجہ بالا طریقہ پر متوجہ ہوکر بیٹھنا اور فیض آنے کا تصور کرنا

انہیں حضرات کے لئے ہے جو صرف مخصوص اوقات میں تھوڑی دیر کے لئے حاضری دیں۔ اور مجلس بھی خاموش ہو اس وقت اگر کوئی کتاب پڑھی جاتی ہو یا حضرت کچھ فرما رہے ہوں تو اسی طرف متوجہ ہو کر سننا چاہئے فیض اور نور اسی کے ذریعہ حاصل ہوگا۔ لیکن اگر کسی کو ہر وقت کی حاضرباشی نصیب ہو تو اس کے لئے اخذ فیض کی صرف نیت ہی کافی ہو جاتی ہے۔ توجہ کے خصوصی اہتمام کی ضرورت نہیں۔ بلکہ خدمت شیخ یا اپنے دیگر معمولات میں مشغول رہے۔ البتہ محبت، ارادت، اور عدم اعتراض وغیرہ آداب ضروری ہیں ورنہ کسی بڑے سے بڑے کی صحبت بھی کچھ نفع نہ دے گی بلکہ نقصان اور شقاوت کا باعث بنے گی ؎

ہر کرا روئے بہبود نہ بود ۔۔۔ دیدن روئے نبی سود نہ بود

یعنی وہ شخص کہ جس کا ارادہ ہی نیکی کا نہ ہو۔ تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے کیا فائدہ۔

مُراقبہ

اللہ پاک کی طرف خیال کو جمانے کا نام مراقبہ ہے تاکہ دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور دل دیگر باتیں (حدیث نفس) نہ کرے کیونکہ دل سے بےمقصد فضول باتیں کرنا غفلت و امراض قلبی پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا دل کی خطرات سے نگہبانی کرنے اور فیض الٰہی کی نگرانی کرنا مراقبہ کا مقصود ہے۔

مراقبات بہت ہیں جن میں بعض تو مقصودہ مراقبے کی استعداد، یکسوئی وغیرہ پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں مگر آج کل ہمتوں کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے مراقبات کی یہ قسم معمول میں نہیں رہی تاکہ کوئی استعداد پیدا کرنے ہی میں نہ رہ جائے اس لئے ہمارے حضرت شیخ دام مجدہم کے ہاں عام طور پر مراقبہ موت یا مراقبہ دعائیہ

کی تعلیم کا دستور ہے کہ یہ دونوں مقصودہ عبادت میں شمار ہیں۔ اور منتہی ذاکرین و مجازین کو مراقبۂ معیت تعلیم فرماتے ہیں جس کے ضمن میں حقیقی ذکر اور اَللّٰہُ حَاضِرِیْ اَللّٰہُ نَاظِرِیْ اور بہت سے مقصودہ مراقبے حاصل ہو جاتے ہیں۔

مراقبۂ موت

فضیلت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم دس آدمی جن میں ایک میں بھی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک انصاری نے حضور سے سوال کیا کہ سب سے زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ محتاط آدمی کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو لوگ موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے ہوں۔ اور موت کے لئے سب سے زیادہ تیاری کرنے والے ہوں۔ یہی لوگ ہیں جو دنیا کی شرافت اور آخرت کا اعزاز لے اڑے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے موت کو کثرت سے یاد کرنے اور یاد رکھنے کے بارے میں بہت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اکثروا ذکر ھاذم اللذّات الموت یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ بھی وارد ہے۔ اس لئے کہ موت کو کثرت سے یاد رکھنا امیدوں کے مختصر ہونے کا ذریعہ بھی ہے، موت کی تیاری کا بھی سبب ہے۔ دنیا سے بے رغبتی کا بھی سبب ہے جو اصل مقصود ہے۔ موت کے مراقبہ سے لمبی امیدوں اور فضول فکروں سے بھی نجات ہو جائے گی۔ دل میں نور پیدا ہوگا۔ گناہوں سے نفرت اور نیک کاموں کی رغبت پیدا ہوگی خصوصًا دنیا کی محبت جو حُبُّ الدُّنیا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ ہے اور تکبر جو اُمُّ الامراض ہے میں کمی آجائے گی اور یہ دونوں چیزیں سلوک کے اہم موانع میں سے ہیں۔

طریقہ اس مراقبہ کو حاصل کرنے کے لئے سب سے مؤثر عمل مُردوں کے غسل اور کفن دفن میں کبھی کبھی شرکت کرنا ہے۔ میرے آقا مرشد دامت برکاتہم کا جوانی میں معمول تھا کہ مدرسہ کے کسی طالب علم مُدرّس یا متعلق کے مرنے کی خبر ملتی تو بنفس نفیس وہاں تشریف لے جاکر غسل دیتے۔

طالب کو چاہئے کہ رات کو سوتے وقت چند منٹ موت کو یاد کرے کہ مرجانا ہے دنیا اور سب کچھ چھوڑ جانا ہے۔ اور سب مال اولاد اور احباب نے بھی مجھے چھوڑ دینا ہے

عمر بھر دوستی کے جو تھے مدعی　　　　قبر تک اپنا کاندھا بدلتے گئے

موت سر پر کھڑی ہے مقررہ وقت پر آنا ضروری ہے اور یقینی ہے مگر وقت معلوم نہیں شاید ابھی آجائے۔ لہذا موت کے لئے تیار ہو کر قبلہ رُو ہو کر لیٹ جائے۔ کافور لگا ہوا کفن رکھا ہو تو نکال کر ایک نظر دیکھ لے۔ اس کو سونگھ لے۔ پھر نزع کی حالت اور قبر کے معاملات کو اس تفصیل سے یاد کرے جو رسالہ "موت کی یاد" میں حضرت اقدس نے تحریر فرمائے ہیں۔ خصوصاً عربی کے دونوں قصیدوں کے مضمون کا تصور کر لیا کرے۔

نوٹ :۔ اگر اس تفصیل سے یاد کرنے میں وحشت ہونے لگے تو کمزور دل والا اجمالی طور پر یاد کر کے توبہ استغفار کر کے اپنے دل کو سب کی طرف سے حسد، کینہ وغیرہ سے پاک کر کے کلمۂ طیبہ پڑھتا ہوا سونے کی دعاء اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی پڑھ کر سو جائے۔

اگر یہ دعاء اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ کو روزانہ ۲۵ مرتبہ کہہ لیا کرے تو بموجب حدیث مرنے کے بعد شہادت کا مرتبہ بھی پائے اور موت کی یاد بھی ہو جائے۔

⁂

مراقبۂ دُعائیہ

یہ بہت آسان اور عام فہم چیز ہے لیکن کچھ عرصہ اذکار و اشغال کرانے کے بعد جب کچھ یکسوئی پیدا ہو جائے تو کرایا جاتا ہے۔ یہ مراقبہ آسان ہونے کے ساتھ اتنا مفید اور اہم ہے کہ مراقبہ معیت جو پرانے ذاکر شاغل جن کے رگ و پے میں ذکر سرایت کر جائے، ان کو تعلیم کیا جاتا ہے ..... وہ مشکل ہے لیکن اس مراقبہ دعائیہ سے مراقبہ معیت کی طرف آسانی سے راستہ مل جاتا ہے۔

طریقہ کسی یکسوئی کے مقررہ وقت میں چند بار درود شریف پڑھے پھر جس طرح شغل نفی اثبات کے دوران میں دل دل میں خیال کی زبان سے یعنی تصور سے دعا کرتا تھا کہ الٰہی میرا مقصود تُو اور تیری رضا ہے۔ مجھے اپنی محبت و معرفت عطا فرما اور یہ دعا کرتے وقت دل کی طرف توجہ رکھتا تھا۔ کہ دل اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر رہا ہے ا اسی طریقہ پر بغیر زبان ہلائے دعائیں میں دل کو مشغول رکھنا ہے۔ پہلے کچھ دیر امت کی ہدایت، مغفرت اور صلاح و فلاح کے لئے دعائیں کرے۔ پھر اپنی آخرت کے لئے دعائیں کرے پھر اپنی دنیاوی ضروریات کے لئے دعائیں کرے اور ان سب دعاؤں سے مقصود رضائے الٰہی کو سمجھے کیونکہ بندے کی اظہار احتیاج میں اللہ کی رضا ہے۔

شروع میں اس مراقبہ کو پانچ منٹ سے لیکر دس منٹ تک کرلے پھر حسب فرصت و ذوق بڑھاتا رہے اور نصف گھنٹہ تک کرلے۔ اور جو تقسیم دعاؤں کی لکھی ہے یہ بہتر صورت ہے لیکن یہی تقسیم ضروری نہیں اگر کسی وقت کسی خاص دعا میں خصوصی توجہ اور دل لگے یا کوئی خصوصی ضرورت درپیش ہو تو چاہے سارے وقت میں وہی ایک دعا کرتا رہے۔ کیونکہ دعا اور دوسری عبادات میں یہ فرق ہے کہ ان

میں صورت اور روح دونوں مطلوب ہوتے ہیں اور خالی روح کا بلا صورت اعتبار ہی نہیں کیا جاتا، جیسے نماز کی رُوح یعنی توجہ اِلی اللہ کے علاوہ ارکان نماز، شرائط نماز وغیرہ سب امور کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے ورنہ نماز گڑبڑ ہو جائے گی، بلکہ نماز کا حضور قلب بھی یہی ہے کہ دل سے نماز کی شرائط و آداب کا خیال رکھے۔ کیونکہ نماز کی صورت بھی مقصود ہے بغیر صورت کے محض توجہ اِلی اللہ سے جو اگرچہ نماز کی رُوح ہے، نماز نہیں ہوگی۔ یہی حال تلاوت کا ہے کہ اس میں قرآن پاک کے الفاظ تجوید کے ساتھ ادا ہونا ضروری ہیں۔ تلاوت میں اگر توجہ نہ بھی ہوگی تو بھی تلاوت کا ثواب ملے گا۔ مگر دعا میں یہ بات نہیں۔ دعا میں صرف توجہ ہی اصل ہے الفاظ نہیں حتیٰ کہ مراقبہ دعائیہ تو اسی کا نام ہے کہ بغیر الفاظ کے دعا کرے۔ توجہ کے بغیر دعا کرنا بے ادبی ہے خواہ الفاظ کیسے ہی اچھے ہوں۔ لہٰذا دعا کی تقسیم یا الفاظ مضمون وغیرہ جو طریقہ اوپر لکھا اس میں اگر کوئی چیز کم یا زیادہ کرنے میں توجہ اِلی اللہ میں زیادتی ہو تو طریقہ کی پرواہ نہ کرے۔

مراقبۂ معیّت

اشغال و مراقبات میں یہ مراقبہ آخری اور بہت اونچے درجہ کی چیزوں میں ہے منتہی طالبوں کو سکھایا جاتا ہے۔ قبل از وقت اس میں کامیابی نہیں ہوتی لہٰذا اس کے کرنے کا وقت بھی شیخ کی تجویز اور اجازت پر مبنی ہیں۔ ورنہ نفع نہیں ہوگا۔ کیونکہ مبتدی کو مراقبہ میں تھوڑی دیر کے بعد ذھول ہو جائے گا۔ آدمی خاموش غافل بیٹھا ہوا سمجھے گا کہ میں مراقبہ میں ہوں اس سے تو غافل دل کے ساتھ زبانی ذکر ہی کرتا رہتا تو وہ بھی فائدے سے خالی نہ ہوتا۔

مراقبہ کی تلقین کا وقت:- یہ مراقبہ ذکر کے آثار پیدا ہو جانے کے بعد

کرایا جاتا ہے اور ذکر کے اثر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا سے رغبت کم ہو جائے اور وہ جاذب نظر نہ رہے۔ آخرت کی طرف دھیان بڑھ جائے۔ طبیعت میں یکسوئی پیدا ہو جائے۔ فضول ملاقاتوں سے نفرت اور تبتل کی رغبت ہو جائے ؎

با بار رشتہ سب سے توڑ   با بار رشتہ رب سے جوڑ

اگر اس سے پہلے کچھ عرصہ مراقبہ دعائیہ بھی کر چکا ہو تو بہت اچھا ہے۔

طریقہ:۔ جیسے نماز کا سیکھنا آسان ہے اور عارف و غیر عارف کا ظاہر ایک ہی طرح کا ہوتا ہے لیکن باطن کے لحاظ سے دونوں کی نمازوں کا بہت فرق ہوتا ہے کہ مشائخ کے نزدیک عارف کی ایک رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعت سے بڑھ کر ہے۔ یہ فرق باطنی کیفیت، یقین و اخلاص اور نسبت باطنی کی قوت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہی حال مراقبہ معیت کا ہے کہ سمجھنے کو یہ اتنا آسان ہے کہ ہر آدمی کو حاصل ہے وہ یہی کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے، مجھے دیکھ رہا ہے، میں اس کے حضور میں ہوں۔ اس بات کو ہر عامی آدمی مانتا ہے بلکہ عقیدہ میں داخل ہے ورنہ تو مسلمان ہی نہیں۔ بس اسی علم حضوری اور معیت کی طرف اَللّٰہُ مَعِیْ کے تصور میں محو ہو جانا مراقبہ معیت ہے تاکہ اس کی مشق ہو کر ہر وقت استحضار رہا کرے اور حضوری و معیت کا جو علم پہلے سرسری اور عارضی تھا اور وہ اعمال قلبیہ و قالبیہ میں مؤثر نہ تھا وہی علم یقین و حال کے درجہ میں ہو جاتے اور راسخ ہو کر مقام احسان حاصل ہو جائے اس وقت حسب مراتب عجیب کیفیتیں اور لذتیں حاصل ہوں گی اور اس کے ثمرات اخلاص توکل وغیرہ حاصل ہوں گے اعمال شرعیہ بارُوح اور وزنی ہو جائیں گے اور ہر وقت کے احکام پر چلنا ہر وقت کے حقوق ادا کرنا آسان ہوں گے اور ساری زندگی عبادت بن جائے گی اور آدمی صاحب نسبت اور ولی اللہ کہلائے گا۔

مُراقبہ معیّت میں صفت صمدیت شامل کرنا

صاحب علم اور فہیم طالب کو اس مراقبہ میں ذات مقدسہ کی معیت اور حضوری کے ساتھ اس کی صفت صمدیت کو شامل کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے تاکہ خاص لطف اٹھائے یہ بے حد عشق کے پیدا ہونے اور قوت نسبت کا موجب ہوگا۔ اس نفع کی تفصیل دیکھنا ہو تو "صراط مستقیم" میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس کا کچھ حال اس رسالہ کے حصہ اوّل میں پاس انفاس کے بیان میں گذر چکا۔ اور حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے بھی حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کو صفت صمدیت ملانے کا امر فرمایا تھا۔

اگر کمزوری یا نیند کا غلبہ نہ ہو تو اس مراقبہ کو اچھا وقت ذکر کے بعد ہے ورنہ کسی دوسری یکسوئی کے وقت میں چند منٹ سے شروع کرکے آدھ گھنٹہ تک یا ایک گھنٹہ تک کرنا کافی ہوگا انشاء اللہ ھُمْ عَلٰی صَلٰوتِھِمْ دَآئِمُوْنَ کی کیفیت پیدا ہوجائے گی۔

ذکر کے اس نصاب کو پورا کرنے والوں کی خدمت میں

آخری گذارش

اس دولت یادداشت حاصل کرنے کے بعد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے ایک مکتوب گرامی کی مندرجہ ذیل عبارت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ فرماتے ہیں کہ اب اس یادداشت کے ساتھ حیا (جو باعث تقویٰ و تواضع) ہے مالک حقیقی کی ہونا ضروری ہے جیسا کہ ہم اپنے کسی بڑے ذی جاہ منعم کے سامنے کوئی سبک حرکتی خلاف رضا نہیں کرسکتے ایسا ہی معاملہ خلوت میں اپنے اس حاضر و ناظر مولیٰ سے

ہونا چاہیئے تاکہ حضور مسمّٰی کا مصداق پورا ہو جائے اور اپنی ہر ہر حرکت کو بپیش نظر اس مالک تعالیٰ جانکر میزان شرع کہ قانونِ رضا ہے ناپ تول کا دھیان رہے۔

الغرض ہر کام کو بحضور ذات تصور کرنا اور اس کی مرضی وغیر مرضی دریافت کرکے ترک وعمل کرنا چاہیئے اور اس کا ہی نام احسان ہے۔

لہذا کیفیت مذکورہ حاصل ہونے کے بعد ہر وقت محض محویت ہی میں غرق نہ رہے بلکہ اس حاصل شدہ یقین واستحضار کی کیفیت کو اپنے اعمال میں شامل کرے کہ قرب ورضا کی عطا اعمال پر ہے نہ کہ محض کیفیت پر۔ جیسا کہ قوت غذا سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ دوا سے (گو رضا محض وہبی ہے کوئی چیز اس کی شرط نہیں مگر اعمال رضا کی علامت تو ہیں۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْن)

مثلاً افضل الاعمال نماز کو اچھی طرح ادا کرے یہاں تک کہ اس کے مستحبات کا خیال کرے۔ اسی طرح معاملات وحقوق العباد میں شرعی فقہی مسائل کے مطابق تقویٰ کا خیال رکھے۔ تاکہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ کا مصداق بن جائے نہ کہ محض کیفیت تَرَاهُ میں مگن ہو کر ہر معاملہ میں دہ در دہ بنکر تصوف کو بدنام کرے۔ ایسے بے حیا شہودی ایمان والے صوفی سے تو عامی مسلمان جس کو صرف تصدیق قلبی حاصل ہو اور وہ عبادات ومعاملات میں شریعت کے مطابق عمل کرتا ہو گناہوں سے بچتا ہو اچھا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک آدمی کے پاس لاکھوں جمع ہوں وہ ان کو استعمال نہ کرے بھوکا مرتا ہو یا چوری کر کے کھاتا ہو۔ اور دوسرا جس کے پاس صرف سو پچاس بقدر ضرورت کے ہوں اور وہ شریفانہ گذر کرتا ہو، وہ اچھا ہے۔ اوّل الذکر صاحب دولت کے متعلق ماننا پڑے گا کہ یا تو اس کے ہاتھ مفلوج ہیں اور وہ بے عقل ہے یا اس کی جیب میں جعلی سکے ہیں جو صرف دھوکہ دینے کے کام آسکتے ہیں۔

یہاں ایک بہت اہم تنبیہ ہے :- کہ اگر اس کے صاحب دولت ہونے کی شہادت مشائخ حقہ دے دیں تو انکار نہیں کرنا چاہیئے (اگرچہ ان کی شہادت کی بنا فراست اور حسن ظن اور واردِ قلبی پر ہی ہوتی ہے) بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ ممکن ہے کہ اس کا ایک شعبہ ایک نوع کے کمال سے متصف ہو گیا اور دوسرا ابھی خالی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شارب خمر کے حق میں فرمایا: اَلَا تُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ پس اس کا دل محبت کے ساتھ موصوف تھا اور اس کا نفس امّارگی سے باز نہیں آتا تھا۔ اس واقعہ کو "نشر الطیب" سے نقل کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے کے جرم میں سزا دی۔ پھر وہ ایک دن حاضر کیا گیا پھر آپؐ نے حکم سزا کا دیا۔ ایک شخص نے مجمع میں سے کہا کہ اے اللہ اس پر لعنت کر کسقدر کثرت سے اس کو (اس مقدمہ میں) لایا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت مت کرو۔ واللہ میرے علم میں یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ **ف**۔ اس حدیث سے چند امور ثابت ہوتے۔ ایک بشارت مذنبین کو کہ ان سے اللہ و رسول کی محبت کی نفی نہیں کی گئی۔ دوسرے تنبیہ مذنبین کو کہ نری محبت سزا سے بچنے میں کام نہ آئی۔ آگے فرماتے ہیں کہ اس سے عظمت ثابت ہوتی ہے اللہ و رسول کی محبت کی کہ اس کا ایک شمہ بھی گو مقرون بالمعاصی ہو مانع عن اللعنۃ ہو تو اس کا کامل اور خالص درجہ کیسا کچھ مؤثر ہوگا۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند   صاف گر باشد ندانم چوں کند

لہٰذا صوفی اور اہل تصوف حضرات کو چاہیئے کہ سلوک کے اذکار پورا کرنے اور کیفیات حاصل کرنے کے بعد بے فکر نہ ہوں۔ کیونکہ ابھی سلوک الی اللہ کا نصاب ختم ہوا اور یہ ترقی کی ابتداء ہے مقصد اس سے آگے ہے جس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں۔

عزائم شریعت کا اختیار کرنا اس مقام کے لوازمات میں سے ہے۔ اخلاق و معاملات کی اصلاح جو مقدم تھی مگر مشکل ہونے کی وجہ سے اس کو وصول پر متوخر کیا تھا اب آسان ہوگئی بشرطیکہ اس طرف توجہ ہو۔ اور حقیقی ذکر کا بھی ابھی ابتدائی درجہ حاصل ہوا، ابھی بہت سے مراتب ذکر حاصل کرنے ہیں جو اس حاصل شدہ میں مداومت اور کوشش کرنے سے خودبخود حاصل ہوتے رہتے ہیں ؎

عبث ہے جستجو بحر محبت کے کنارے کی

بس اس میں ڈوب ہی جانا ہے اے دل بارہا جانا

لہذا کمال اور جامعیت پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے اور تقویٰ میں اپنے اکابر کا طرز اختیار کرنا چاہیے کہ اِنْ اَوْلِیَاءُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ ہمارے سب اکابر جامع شریعت و طریقت ہوئے ہیں۔ یہ حضرات ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

کے سچے مصداق ہیں ان اکابر نے تصوف کو فقہ و حدیث کے ماتحت چلایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ الموفق والمعین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلیم العظیم۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد و اٰلہٖ وصحبہ و بارک وسلم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ہدایات برائے ذاکرین

۱۔ ارادت اور توحید مطلب کو اپنے میں اس تفصیل کے ساتھ مستحکم کریں جو رسالہ فیض شیخ میں درج ہے۔

۲۔ آداب شیخ کا اہتمام اور موانع سلوک سے اجتناب کریں اس کے لئے رسالہ اکابر کا سلوک و احسان کا آخر اور رسالہ محبت کا آخر کا مطالعہ کریں۔

۳۔ معلومات، ذوق وشوق پیدا کرنے اور ہمت کو مضبوط کرنے کے لئے بتدریج مندرجہ ذیل کتب کو مطالعہ میں رکھیں:

کتب برائے متوسلین جو ابتدائی معمولات کے پرچہ پر عمل کرتے ہوں

تعلیم الاسلام۔ تبلیغی نصاب حصہ اول و دوم۔ شمائل ترمذی۔ فضائل تجارت۔ زبان کی حفاظت۔ موت کی یاد۔ حیوٰۃ المسلمین۔ آپ بیتی مکمل۔ اکابر کا تقویٰ۔ جزاء الاعمال۔ اکابر کی سوانح مثلاً تذکرۃ الرشید، تذکرۃ الخلیل، سوانح حضرت رائے پوری، اشرف السوانح۔ بہشتی زیور۔ اکابر علماء دیوبند۔ الاعتدال۔ بدنظری کا علاج۔ ڈاڑھی کا وجوب۔

کتب برائے ذاکرین و مجازین

ارشاد الملوک ترجمہ امداد السلوک۔ اکمال الشیم شرح اتمام النعم۔ شریعت و طریقت کا تلازم۔ رسالہ نسبت و اجازت۔ تربیت السالک۔ مکتوبات تصوف حضرت شیخ دامت برکاتہم۔ مکاتیب رشیدیہ۔ مکتوبات تصوف حضرت مدنی قدس سرہ۔ تصوف کیا ہے؟

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی (تجلیات ربانی) مکتوبات خواجہ محمد معصوم۔ شجرۂ نقشبندیہ۔ فیض شیخ۔ اکابر کا سلوک و احسان۔ اُم الامراض۔

دیگر متعلقہ کتب

صراط مستقیم۔ ارشاد الطالبین۔ تعلیم الدین۔ کلیات امدادیہ۔ معرفتِ الٰہیہ۔ تزکیہ و احسان۔ تصوف و سلوک۔ انفاس عیسیٰ۔ کلید مثنوی۔ رسالہ محبت۔

نوٹ:۔ کتب کے مطالعہ میں صاحب علم حضرات تو اپنی ضرورت اور ذوق کے مطابق ترتیب اختیار کر لیں۔ عامی اور مشغول حضرات پہلے بندہ کے مرتبہ رسائل کو دیکھ لیں پھر اکابرین کی کتب سے استفادہ کریں۔

نصائح سلوک (برائے ذاکرین) از تذکرۃ الخلیل

۱۔ ذکر باوضو ہونا چاہیئے بلکہ درویش سالک کو ہر وقت باوضو رہنا چاہیئے۔

۲۔ ذکر اسم ذات ہو یا نفی اثبات اطمینان کے ساتھ خوب ٹھہر اکر کرنا چاہیئے اور معنی کا بغور لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اور بہتر ہے کہ آخر شب میں تہجد کے بعد ہونا چاہیئے۔

۳۔ سالک (ذاکر) کو حلال لقمہ اپنے پیٹ میں پہنچانا چاہیئے تاکہ نورانیت پیدا ہو، اور حرام بلکہ مشتبہ سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے کہ ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ جن کی آمدنی کا بیشتر حصہ حرام ہو یا مشتبہ ہو ان کی دعوت وغیرہ بھی قبول نہ کرے۔ مگر بلا وجہ مسلمانوں کے حالات میں تجسس بھی نہ کرے۔

۴۔ قبض کی حالت پیدا ہو تو امیدوار رحمت بنکر توبہ و استغفار اور خشوع و خضوع کے ساتھ گریہ وزاری میں مشغول ہو۔ اور اپنے مولیٰ کریم سے توفیق

طلب کرے اور ناامید نہ ہو۔ بحالت بسط ہر وقت شکر نعمت ادا کرتا رہے کہ ازدیاد نعمت شکر کے ساتھ وابستہ ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۔

۵۔ اپنے دل و دماغ کی صحت کا زیادہ خیال کرنا چاہئے کہ ان کو تقویت پہنچانا بہ نیت تقویت فی العبادت خود عبادت ہے۔ اس کی طرف توجہ نہ کرنے سے پھر انسان نہ دنیا کے کام کا رہتا ہے نہ دین کے کام کا۔

۶۔ طریقت سے مقصود یہ ہے کہ دنیا و ما فیہا کی طرف سے بے رغبتی ہو اور اللہ و رسول کی محبت دل میں جاگزیں ہو۔ بس اِدھر یا اُدھر نظر نہ اٹھانا چاہئے۔

۷۔ شان حضور اور اتباع سنت میں جتنی ترقی ہوگی اسی قدر قرب الٰہی بڑھے گا اور برکت ہوگی۔

اضافہ از ناکارہ مرتب، الملقب بہ ذکریٰ لذاکرین

۱۔ ذکر کرنے میں نیت صرف رضائے الٰہی کی کرے اور کوئی کیفیت، لذت یا مقام کے حاصل کرنے کا قصد نہ کرے۔

۲۔ ذکر بطور اہل محبت اور اہل عشق کے کرے نہ بطور وظیفہ کے۔ مثلاً ذکر جہر کے ساتھ حرکت، دل پر ضرب اور شد و مد کی رعایت کرنا کیونکہ اس سے جوش محبت اٹھتا ہے۔ اور خطرات بند ہوتے ہیں۔ اور جو کمزور ہو وہ ذکر خفی میں جملہ ملحوظات متعلقہ معروفہ کا اہتمام کرے۔

۳۔ ذکر سے پہلے اپنے دل کو کچھ گرم کرے خواہ موت کو یاد کر کے، خواہ حکایات محبت انگیز کا خیال کر کے، اور اپنے شیخ سے تعلق و ربط اور محبت کا خیال لحمہ دو لحمہ کے لئے تازہ کر لے۔ اس سے شیخ کے قلب سے فیوض و انوار اور قوت و اثر

ذاکر کے دل میں آتا رہے گا۔ اور ذکر سے پہلے فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ کے مضمون کو یاد کرے کہ اب مجھ حقیر ناچیز کو میرا محبوب منعم بے نیاز یاد فرمائے گا اور ان کی ہمنشینی نصیب ہوگی، اس لئے ذوق و شوق اور خوشبو وغیرہ کا اہتمام کرے۔

۴۔ مختلف اوقات اور مختلف حالات کی تمام مسنون دعاؤں کا اہتمام کرے یہ چیز دوام ذکر پیدا ہونے میں بہت ممد ہے۔

۵۔ ذاکرین کو مجاہدہ کی بھی ضرورت ہے جس کی چار قسمیں ہیں۔ قلت طعام، قلت منام، قلت کلام، قلت اختلاط مع الانام۔ لیکن آج کل قویٰ کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے قلت طعام میں مقدار اور غذا کی قوت کے لحاظ سے کمی کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ہو سکے تو دودھ گھی کا کچھ اضافہ کرے۔ ہاں فضولیات مثل آئس کریم، مٹھائی اور چٹ پٹی چیزوں میں کمی کرلے اسی طرح بلاضرورت اور بے وقت لغو تفریح کچھ کھاتے رہنے کو چھوڑ دے۔ اور مشتبہ غذا سے بالکل پرہیز کرے۔ دوسرا مجاہدہ قلت منام کی بھی بالکل ضرورت نہیں۔ البتہ تھوڑا سا وقت تہجد کے لئے نکال لے۔ نیند کے بارے میں یہی مجاہدہ کافی ہے۔ باقی رہی مجاہدہ کی دو قسمیں قلت کلام و قلت اختلاط۔ ذاکر کو ان کا اہتمام بہت ہی ضروری ہے۔ اور ان کو پوری طرح اختیار کرنے میں صحت پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا بلکہ کمزور کو جسمانی راحت ملتی ہے۔ خصوصاً آجکل تو اس کے بغیر ذکر اذکار، صحبت شیخ کسی بھی چیز کا فائدہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ اکثر کبیرہ گناہ غیبت حسد وغیرہ کا صدور اور دیگر رذائل کا ظہور کلام اور اختلاط میں بجد شائع ہوگیا ہے۔ ذکر اور صحبت سے حاصل شدہ نور اور صفائی تو زائل ہوجاتی ہے اور پہلی ظلمت پر اور ظلمت بڑھ جاتی ہے جس کے ساتھ بزرگی کا تکبر بھی شامل ہوتا ہے۔

لیکن چپ کے روزے کی طرح بالکل سکوت اور بالکل تنہائی مطلوب نہیں بلکہ قلت مطلوب ہے جس کی بہترین صورت زبان ہلانے کے لئے تو ذکراللہ ہے اور اختلاط کے لئے صحبت شیخ اور مجلس ذکر ہے ۔ اور غیر جنس کی صحبت تو اس راستے میں زہر قاتل ہے اسی طرح مخالف طریق خواہ وہ دیندار ہو اس کی صحبت بھی بہت مضر ہے اور تنہائی میں منکرین تصوف اور اپنے شیخ کے مشرب کے مخالف کی کتب کا مطالعہ بھی مضر ہوتا ہے اگرچہ ان کی کتب دینی ہی ہوں کیونکہ ان کی تحریر سے انداز فکر بدل کر اپنے شیخ سے عقیدت کم ہو جاتی ہے جو کہ محرومی کا باعث ہے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان چاندی سونے کی کان کے مثل ہے ۔ پس جس طرح چاندی اور سونا کان سے محنت و مشقت کے ساتھ باہر نکالا جاتا ہے اسی طرح کمالات کے انوار مشقت و مجاہدہ کے بعد ہی چمکتے ہیں ۔ اور ولایت دل میں پوشیدہ ہوتی ہے اس کو ظاہر کرنے کے لئے خلوت کی ضرورت ہے تاکہ خلوت میں اس لائن کی محنت مثلاً کثرت ذکر ، تلاوت ، طہارت ، ترک شہوات مراقبہ و حضور اور مناجات آسانی سے ہو سکے اور الطاف خداوندی کی مہک اور لپٹیں حاصل ہو سکیں ۔ البتہ جب ذکر دل کی صفت بن جائے اور تبتل حقیقی قلبی حاصل ہو جائے یعنی خلوت در انجمن کی استعداد پیدا ہو جائے ۔ تو کچھ تھوڑا سا وقت خلوت محضہ کے لئے مقرر کرلے ۔ باقی اوقات میں دینی و دنیاوی ضروریات پورا کرنے کے لئے اختلاط کرے لیکن فضول مجلس نہ کرے ۔

اہم تنبیہ خلوت کے لئے نیت :- چونکہ کامل مکمل بزرگ کو تو اختلاط مضر نہیں بلکہ مفید ہے کہ اس کی صحبت سے لوگوں کو ہدایت ہوتی ہے جس کی وجہ سے خود اس کی بھی ترقی ہوتی ہے ۔ اور ناقص غیر مہذب سے اللہ کے بندوں کو اذیت پہنچتی ہے اور اس کی ملاقات سے طرفین غیبت وغیرہ کبائر میں مبتلا ہوتے

ہیں ۔ لہٰذا خلوت اور قلت کلام اس نیت سے کرے کہ مخلوق خدا میرے شرور سے بچی رہے اور میں یکسو ہو کر اپنی اصلاح کر سکوں ۔ اگر اپنے کو مہذب سمجھ کر لوگوں کے شرور سے بچنے کی نیت سے غلوت کی تو یہی خلوت اس کو تکبر میں ڈال کر کی کرائی محنت اور تقویٰ پر پانی پھیر دے گی ۔ ہمارے حضرت دام مجدہم کے ہاں اس کی بہترین صورت رمضان المبارک میں اعتکاف ہے ۔کیونکہ سلوک طریقت کو طے کرنے کے لئے طریقت کی ابتدار کی درستی اور صحبت ضروری ہے ۔ اور ارشاد الملوک میں ہے کہ بدایت کو درست کرنے کے شرائط امام جنید رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر کہ حصول مقصود کے لئے سب طریقوں میں قریب تر ہے آٹھ ہیں ۔ دوام عبادت ، دوام صوم ، دوام سکوت ، دوام خلوت ، دوام ذکراللہ ، دوام نفی خواطر ، دوام ربط قلب با شیخ اور اس سے علوم واقعات کا استفادہ رکھنا یہاں تک کہ اپنے تصرف کو شیخ کے تصرف میں فنا کردے ۔ اور دوام ترک اعتراض بر خدائے تعالیٰ ۔ ان سب شرطوں کی تفصیل ارشاد میں ہے ۔ حضرت اقدس کے ساتھ اعتکاف میں ان شرطوں پر سہولت سے عمل ہو جاتا ہے ۔ اور اکثر طالبوں کو کامیابی ہوتی ہے پھر اس کے بعد بھی کوئی چلّہ کرنا چاہے تو آسان ہو جاتا ہے۔

ذاکر اپنی ہمت کو مضبوط رکھے یعنی جلدی نہ مچلائے ۔ کیونکہ یہ تکبر کی علامت اور تکبر اس راستے کا سب سے بڑا مانع ہے ۔

سلوک میں ذکر کا نفع چونکہ شیخ سے استفادہ کے ساتھ مربوط ہے اور یہ شرائط مثلاً ارادت میں مظبوطی ۔ توحید مطلب ، آداب شیخ کا لحاظ اور موانع سلوک سے پرہیز کا مفصل حال تو رسالہ فیض شیخ ، اکابر کا سلوک و احسان و رسالہ محبت میں مذکور ہے لیکن ارادت کی مضبوطی میں ایک چیز انقیاد ہے جس کو اہمیت کے پیش نظر یہاں بھی لکھا جاتا ہے ۔

مرید کے لفظ کے معنیٰ ہی میں یہ ہے کہ وہ مسلوب الارادہ ہوتا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ فیوض نبوت اور فیوض ولایت کو قبول کرنے کے لائق وہ لوگ ہیں جن کی قوت نظر پر استعداد تقلیدی کا غلبہ ہو۔ مثال کے طور پر ایک آدمی کھڑا ہو۔ اس کے دو ہاتھ صاف نظر آتے ہوں اور آدمی کے دو ہی ہاتھ ہوتے ہیں۔ اگر شیخ کامل مرید کو حکم کرے کہ اس آدمی کے ہاتھ پکڑ لو۔ مرید دونوں ہاتھ پکڑ لے۔ پھر شیخ حکم کرے کہ تیسرا بھی پکڑ لو۔ تو مرید کو تیسرا ہاتھ پکڑنے کے لئے اپنی نظر و فہم کو بالائے طاق رکھ کر فوراً ہاتھ بڑھانا چاہیئے۔ ان باتوں کو کوئی صوفیوں کی باتیں نہ سمجھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام اِسی درجہ کے انقیاد کی تعلیم دی تھی اور صحابہ کرام کو حسب مراتب اسی قسم کی ارادت حاصل تھی۔ اور جہاں کہیں اس کی کمی آئی وہیں محرومی ہوئی۔ چنانچہ شمائل ترمذی میں حضرت ابو عبیدہؓ کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہانڈی پکائی۔ چونکہ آقائے نامدار کو بونگ کا گوشت زیادہ پسند تھا۔ اس لئے میں نے ایک بونگ پیش کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طلب فرمائی۔ میں نے دوسری بھی پیش کر دی پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اور طلب فرمائی۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! بکری کی دو ہی بونگیں ہوتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تو چپ رہتا تو میں جب تک مانگتا رہتا اس دیگچی سے بونگیں نکلتی رہتیں۔ میرے آقا و مرشد حضرت شیخ دامت برکاتہم شرح میں علامہ مناوی کا قول تحریر فرماتے ہیں کہ حقیقت میں یہ ایک انعام الٰہی تھا اگر یہ انقیاد تام کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے رہتے تو وہ باقی رہتا۔ لیکن ان کی طرف سے اعتراض

کی صورت پیدا ہوئی جو متوقع کے مناسب نہ تھی اس لئے وہ اکرام تام بھی منقطع ہو گیا۔

فیوض و انعامات الٰہیہ کا واسطہ نائب رسول شیخ ہوتا ہے اس میں مرید کا ذرا سا بھی عدم انقیاد اور صورت اعتراض انعام و اکرام کے منقطع ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شیخ کی خدمت میں اپنے علم کو جہالت اور اپنی نظر کو کور چشمی سمجھتے ہوئے خالی ہو کر جائے گا تو فیض شیخ سے اپنا برتن بھر کر لے آئے گا اگر برتن میں پہلے سے کوئی اچھی یا بُری چیز بھری ہوگی تو شیخ کے فیض سے محروم رہے گا خواہ کتنا ہی بڑا شیخ ہو ؂

ہر کرا ر وئے بہ بہبود نہ بود ؎ دیدن روئے نبی سود نہ بود

یعنی اگر کسی کا ارادہ ہی نیکی کا نہ ہو تو اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

اس استعداد تقلیدی کی قوت کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق اکبر کہلائے اور اسی استعداد کے فقدان سے ابوجہل لعین ہوا۔

انقیاد کی بندہ نے جو اوپر مثال دی ہے اس مثال کو سُنکر ہر شخص پہلے تو بہت عجیب سمجھتا ہے۔ پھر حدیث پاک سے مطابقت پڑھ کر کچھ چپ ہو جاتا ہے اور اس بات کو نبی کے ساتھ خاص ہونے یا کوئی اور تاویل سوچنے لگتا ہے۔ مگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو ایسی تقلید ہی پر ہم سب کے ایمان و اسلام کا مدار ہے۔ قبر کا عذاب، ثواب، اس کا جنت کا باغ ہونا یا جہنم کا گڑھا ہونا سب مانتے ہیں، لیکن روز پرانی قبروں کو کھلتے دیکھا جاتا ہے وہاں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اسی طرح اعمال کے طریقے، حلال و حرام کے مسائل میں ہم میں سے کس کس نے فقہاء کی طرح تحقیق کر کے عمل کیا ہے۔ اکثر نے تو اردو کی کتب تک اور علماء حضرات کی صرف

عربی کی فقہ کی کتب تک ہی رسائی ہے۔ براہ راست قرآن وحدیث سے استنباط کرنے والے کتنے ہیں۔ لہٰذا جب ساری شریعت کا مدار تقلید پر ہی ہے۔ تو کوئی ایسی بات جو خلاف شریعت نہ ہو صرف عقل میں نہ آتی ہو اس میں شیخ کامل کی مان لینے میں کونسی مشکل اور عجیب بات ہے۔ اور حیرت کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ شیخ کے مقام کی اہمیت نہیں۔ حالانکہ دنیاوی معاملات ڈاکٹری وغیرہ میں کفار تک کی باتیں بلا تحقیق محض تقلیداً مان رہے ہیں۔ مثلاً جو جراثیم کا قائل نہیں ہوتا اس کو پرانے خیال کا دقیانوسی کہا جاتا ہے۔ حالانکہ جراثیم کے وجود اور ان کے اثرات کو ماننے والے روشن خیال والوں میں کتنے ہیں جنہوں نے خود خوردبین سے جراثیم کو دیکھا اور ان کے اثرات کی تحقیق کی ہو۔

ارشاد الملوک (جو حضرت گنگوہیؒ کی تصنیف کا ترجمہ ہے) میں ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ شیخ کے ظاہری اور باطنی احترام میں کوتاہی نہ کرے اور جو کچھ اس سے سنے۔ اگرچہ یقیناً جانتا ہو کہ غلط ہے تاہم اس کے ساتھ حجت نہ کرے۔ کیونکہ اس کی نظر، اُس کی نظر سے اور اس کا علم اس کے علم سے بہر حال بڑھا ہوا ہے۔ اور کامل ہے۔ اور جو شیخ اخلاق نبوی سے متصف ہو گا تو وہ بے شک مریدوں کی تربیت کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہو گا۔ اور جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا قصہ نقل فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کے کاموں پر انکار نہ فرمانے کا وعدہ فرما کر ہمراہی اختیار کی لیکن پھر ضبط نہ کر سکے اور اعتراض کیا۔ آخر تیسری بار تفریق کی نوبت آگئی۔

اسی طرح مریدوں کو اپنے شیخ کا ایسا اتباع کرنا چاہیئے کہ اس پر اعتراض نہ کرے۔ اور ادب وتعمیل حکم شیخ کو فرض سمجھے۔ کسی طرح بھی انحراف کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام تو پیغمبر صاحب شریعت ہونے کی وجہ سے افضل تھے

محض طبعی شوق سے ایک غیر ضروری علم سیکھنے کو خضر علیہ السلام کے ساتھ رہنے کے خواہاں ہوئے تھے۔ تو اعتراض کرنے کی وجہ سے گو گنا ہگار نہیں ہوئے مگر اس علم سے تو ناکام رہے۔ پھر کیا پوچھنا مرید کا کہ جاہل بنکر رہبر شیخ کا دامن پکڑا اور ضروری علم یعنی معرفت خداوندی حاصل کرنے کے لئے اپنے سے افضل و اعلیٰ کی بیعت اختیار کی۔ پس اگر اعتراض کرے گا تو محروم رہ کر خسارہ ہی اٹھائے گا۔

یہاں ایک بات کا لحاظ ضروری ہے کہ شیخ کا اس درجہ کا اتباع کرنے میں شیخ کا جامع شریعت و طریقت ہونا ضروری ہے کہ جب وہ عالم ربانی ہوگا تو وہ کوئی حکم حقیقت میں خلاف شرع کرے گا ہی نہیں چاہے مرید کم علم اور طریق کے راہ و رسم سے ناواقف کی سمجھ میں نہ آئے، اور اگر شیخ صرف طریقت کا ماہر ہو اور ظاہر شریعت کا مکمل و محقق عالم نہ ہو تو اس کی اتباع خلاف شرع میں نہ کرے، بلکہ ادب سے معذرت کر دے۔ البتہ امور تربیت میں اس کی بھی کامل اتباع ضروری ہے۔ کیونکہ شیخ کا نائب رسول ہونا تربیت کے معاملہ میں ہے۔ مسائل شرعیہ کے معاملہ میں نائب رسول علماء حقانی ہی ہیں۔

۸۔ **مجلس ذکر**:۔ برادران طریقت کا کسی ایک جگہ ملکر ذکر کرنا جس کو ہمارے حضرت کے ہاں مجلس ذکر کہتے ہیں۔ اس میں ذکر تو ہر شخص اپنا اپنا اپنے طریقے پر کرتا ہے صرف ایک جگہ جمع ہونا بہت ہی مفید اور خیر و برکات کے حصول کا ذریعہ ہے۔

مجالس ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے مثلاً فرشتوں کا اس جگہ کو گھیر لینا اور رحمت کا ڈھانپ لینا۔ اللہ تعالیٰ کا عرش پر شرکاء مجلس کا ذکر فرمانا۔ مجلس پر سکینہ یعنی طمانیت و رحمت کا نازل ہونا۔ شرکاء مجلس کے لئے آسمان سے فرشتہ کا ندا کرنا کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔ حشر میں چہروں پر نور ہونا، اور موتیوں کے منبروں پر

ہونا وغیرہ ان سب فضائل کی احادیث وتفصیل حضرت اقدس کی کتاب فضائل ذکر میں ملاحظہ فرمائیں۔ اگر کسی جگہ کے احباب روزانہ جمع نہ ہو سکیں تو کم از کم ہفتہ میں ایک دن تو ضرور اس مجلس کو قائم کریں تاکہ مذکورہ بالا منصوص فضائل حاصل ہوں اور ذاکرین کے قلوب کی روشنیاں جمع ہو کر ایک شیخ کامل کا بدل بھی ہو جائے اور اس راستے کے متعلق ایک دوسرے سے استفادہ اور افادہ کا موقع بھی ملے اور قلوب کے انوار ایک دوسرے میں منعکس ہوں۔ دوسرے یہ کہ مجلس میں حاضری کی پابندی سستی سے ذکر کے ناغہ ہونے سے مانع ہوتی ہے۔ اور ہمت مضبوط رہتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے کوئی شریک مجلس ذکر نہ کر سکے تو ایک گونہ ذکر کا نفع اس کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور مجلس کی برکات تو سب کو ہی حاصل ہوتی ہیں کہ ھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ الحدیث

جس مبارک گھر میں مجلس ذکر ہونا طے پائے تو صاحب خانہ کو چاہیئے کہ اس جگہ کی صفائی پاکیزگی یکسوئی اور کچھ خوشبو کا اہتمام کرلے لیکن جگہ کو بہت سادہ رکھے۔ روشنی اور فرش وغیرہ میں کوئی مشغول کرنے والی صورت نہ ہو۔ البتہ گرمی میں پنکھے اور ٹھنڈے پانی وغیرہ کا خیال کرلے۔ یہ گھر آسمان والوں کے ہاں ایسے چمکتے ہیں جیسے زمین والوں کے ہاں ستارے۔ لہذا اپنے ہاں ذاکرین کے جمع ہونے کو بڑی سعادت سمجھے۔

۹۔ نمبر ٦ میں گذرا کہ سالک سلوک پورا کرنے میں جلدی نہ مچائے۔ یہاں ایک ضروری امر یہ ہے کہ ذاکرین کو بعض اوقات اپنے شیخ سے خلافت واجازت ملنے کی امید وخواہش پیدا ہو جاتی ہے اس کو تکبر کی علامات میں سے سمجھ کر زنا کے وسوسہ سے بھی زیادہ مکروہ خیال کرتے ہوئے دل میں شرمندہ ہو کر دفعیہ کے لئے دعا کرے۔ غیر اختیاری بُرے وساوس کا بُرا سمجھنا ہی کافی ہوتا ہے دفعیہ کے لئے زیادہ کاوش کرنا مضر ہے۔ بُرا سمجھنے کے بعد عدم التفات ہی ان کا علاج ہے۔

فہرست مضامین

۱۰ - شیخ سے دوری کی صورت میں ہر ذاکر کو مسلسل خط وکتابت کے ذریعہ شیخ سے رابطہ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ مکاتبت نصف ملاقات ہے اور اس راستے میں صحبت کا ضروری ہونا شرط ہے ۔ یہ نصف ملاقات صحبت کا بدل اور غائبانہ توجہ کی بہترین صورت ہے ۔ اگر کوئی جدید حال قابل ذکر نہ بھی ہو تو صرف دعا ہی کے لئے عریضہ لکھ دے تاکہ دعا اور توجہ حاصل ہو جائے ۔ لیکن ایسے عریضوں کے جواب کا مطالبہ نہ کرے ۔ اگر کسی وجہ سے شیخ کے ساتھ مکاتبت کا سلسلہ قائم ہونا مشکل ہو اور حاضری کی بھی دشواری ہو تو شیخ کے مشورہ اور اجازت سے شیخ کے کسی مجاز یا فہیم مخلص کو جس سے مناسبت ہوا پنا دوست بنائے پھر اسی کے ساتھ مکاتبت رکھے ۔ اگر ذاکر سے متعلق کوئی مشکل بات اس کو شیخ سے پوچھنا ہوگی تو وہ خود پوچھ لے گا ۔ فقط

تلک عشرۃ کاملۃ تمت بالخیر ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مرتب، ناشر اور ناظرین کو عمل کی توفیق دیں ۔ وصلی اللہ علی النبی الکریم برحمتک یاارحم الراحمین ۔

محمد اقبال، مدینہ منورہ، محرم ۱۴۰۱ھ